https://ataunnabi.blogspot.com/

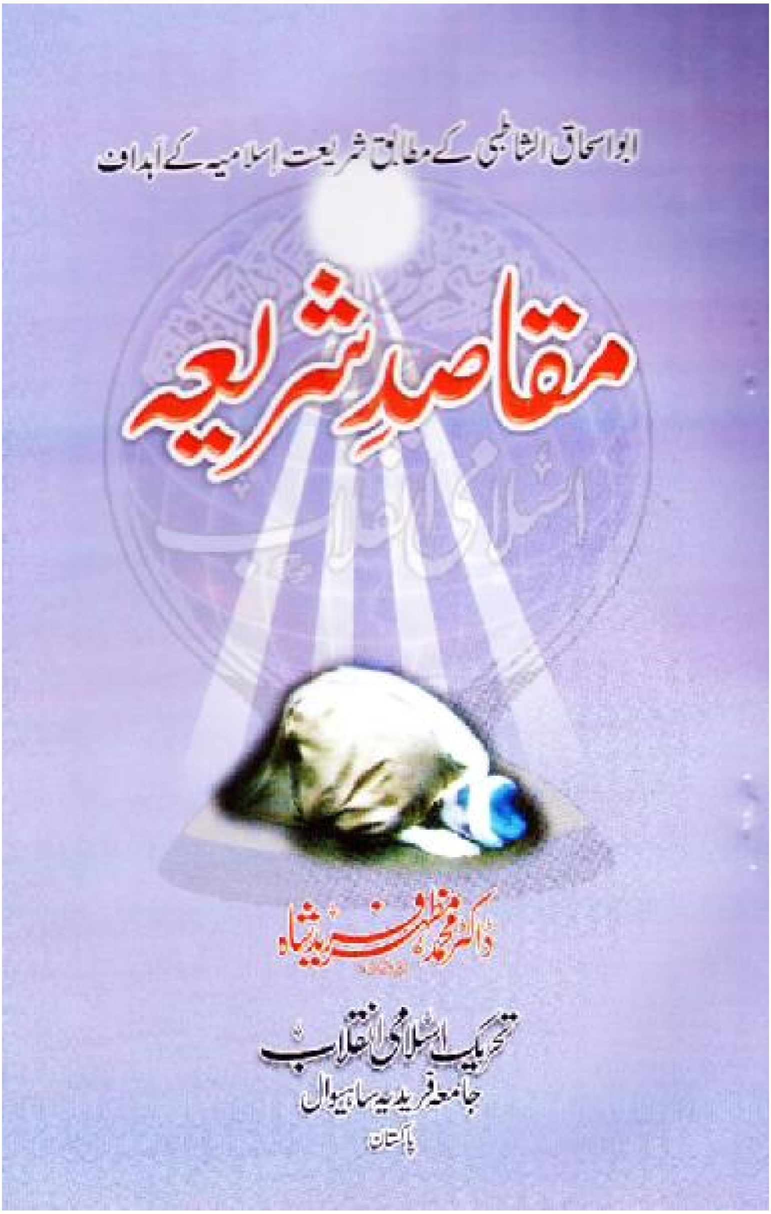


**Click For More Books**
**https://archive.org/details/@zohaibhasanattari**

https://ataunnabi.blogspot.com/


# فہرست مضامین

e)\composing\BOOKS\dr mazhar farid shah\09 maqasd e sharia\1.jpg not found.


| نمبر شمار | | مضامین | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| 1 | پہلا مقصد شرعی | **قصد الشارع فی وضع الشریعه**<br>(تحفیظ الشریعه باختیار المصالح)<br>یعنی مکلفین کا مصالح کو اس طرح اختیار کرنا کہ مقاصد شریعہ محفوظ ہوجائیں | |
| 2 | i | مصالح کا مفہوم | |
| | ﴿الف﴾ | مصالح ضروریہ | |
| | 1 | مصالح ضروریہ کا ایجابی پہلو | |
| | 2 | مصالح ضروریہ کا سلبی پہلو | |
| 3 | ﴿ب﴾ | مصالح حاجیہ | |
| 4 | ﴿ج﴾ | مصالح تحسینیہ | |
| 5 | ii | مصالح اور مفاسد کا حکم | |
| 6 | ﴿الف﴾ | دنیا میں مصالح اور مفاسد کا امتزاج | |
| 7 | ﴿ب﴾ | آخرت میں مصالح اور مفاسد کا خالص ہونا | |
| 8 | ﴿ج﴾ | شرعی مصالح اور مفاسد کا نفسانی خواہشات کے تابع نہ ہونا | |
| 9 | iii | سرچشمۂ مصالح (شریعت اسلامیہ) کا محفوظ ہونا | |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



| | | |
|---|---|---|
| 10 | دوسرا مقصد شرعی | قصد الشارع فی وضع الشریعہ للافہام |
| | | (تفہیم الشریعہ) |
| | | یعنی شریعت کو اس طرح بیان کرنا کہ انسانوں کو سمجھ آ جائے |
| 11 | i | شریعت کے عربی زبان میں ہونے کی وضاحت |
| 12 | ii | شریعت کے اُمیوں کیلئے نازل ہونے کی وضاحت |
| 13 | iii | نظریہ شریعت باعتبار تقریر، تعدیل، ابطال، زیادتی |
| 14 | ﴿الف﴾ | علم نجوم |
| 15 | ﴿ب﴾ | علم الموسم |
| 16 | ﴿ج﴾ | علم التاریخ |
| 17 | ﴿د﴾ | علم الطب |
| 18 | ﴿ھ﴾ | علم البلاغہ |
| 19 | ﴿و﴾ | علم ضرب الامثال |
| 20 | تیسرا مقصد شرعی | قصد الشارع فی وضع الشریعہ للتکلیف بمقتضاھا |
| | | (تکلیف المکلف بحسب استعدادہ) |
| | | یعنی مکلّف کو اُس کے حسبِ استعداد پابندِ شرع بنانا |
| 21 | i | مفہوم |
| 22 | ii | مشروعیت |
| 23 | iii | ”قصد الشارع فی وضع الشریعہ للتکلیف بمقتضاھا کے ضمن میں شاطبی کے بیان کردہ اہم مسائل |
| 37 | ﴿الف﴾ | تکلیف مالا یطاق |
| 38 | ﴿ب﴾ | التکلیف بما فیہ مشقۃ |
| 42 | iv | تکالیف شرعیہ کا مقصد |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



| | | |
|---|---|---|
| 43 | v | عادی اور غیر عادی مشقتوں کا حکم |
| 45 | ﴿الف﴾ | غیر عادی مشقت |
| 46 | ﴿ب﴾ | عادی مشقت |
| 47 | vi | تکالیف شرعیہ میں اعتدال و توازن |
| 48 | چوتھا مقصد شرعی | قصد الشارع فی دخول المکلف تحت احکام الشریعۃ (تنظیم الھویٰ بحسب حکم الالٰہ) یعنی مکلّف کا خواہشاتِ نفس کو رضاءِ الٰہی کے تابع بنانا |
| | i | مفہوم |
| | ii | مشروعیت |
| | iii | خواہشات نفس کے زیر اثر اعمال کی حیثیت |
| 49 | ﴿الف﴾ | خواہشات نفس کی پیروی سے ممانعت |
| 50 | ﴿ب﴾ | خواہشاتِ نفس کی پیروی میں کیے گئے اعمال کا حکم |
| 51 | ﴿ج﴾ | خواہشاتِ نفس کی تعمیل کی بابت چند ضابطے |
| 52 | ضمنی بحث | اَقسام و اَحکامِ مقاصد |
| 54 | i | اقسام مقاصد |
| 55 | ii | احکام مقاصد |
| 56 | ﴿الف﴾ | مقاصد اصلیہ کی عملی رعایت مظہر اخلاص ہے |
| 57 | ﴿ب﴾ | مقاصد تابع کی رعایت سے عمل کا ضیاع |
| 58 | ﴿ج﴾ | مقاصد اصلیہ کی عملی رعایت کے اہم ثمرات |
| 59 | 1 | مقاصد اصلیہ کی عملی رعایت عبادت بن جاتی ہے |
| 60 | 2 | مقاصد اصلیہ کے حصول میں اعمال مندوبہ کا واجب قرار پانا |


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


| | | |
|---|---|---|
| مقاصد اصلیہ کا امتثال جملہ مقاصد شریعہ کا جامع ہوتا ہے | 3 | 61 |
| امتثال اور اشتراک مقاصد سے اخلاص کی حیثیت؟ | (د) | 62 |
| مقاصد تابعہ کے ساتھ مقاصد اصلیہ کے اشتراک کی نوعیت وصحت؟ | (ھ) | 63 |
| حظ وامتثال کے اشتراک کا حکم | iii | 64 |
| عبادات میں حظ (مفاد) کی اقسام | (الف) | 65 |
| اُخروی مفاد | 1 | 66 |
| دنیوی مفاد | 2 | 67 |
| دنیوی مفاد کی جہت ثانی | 2.1 | 68 |
| نیابت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والے اعمال | ضمنی بحث | 69 |
| عمل سے مقصود تقرب الٰہی ہے اور تقرب میں نیابت مقصود کے خلاف ہے | (الف) | 70 |
| بدنی عبادات اور قلبی اعمال میں نیابت | (ب) | 71 |
| "قصد الشارع فی دخول المکلف تحت احکام الشریعہ" سے متعلق اہم ضابطے | ضمنی بحث | 72 |
| عملی مواظبت کی اہمیت | i | 73 |
| شریعت مکلفین کے اعتبار سے کلیہ عامہ ہے | ii | 74 |
| مصلحت، احکام کی عمومیت میں ہے | (الف) | 75 |
| عمومیت احکام کی تاثیر | (ب) | 76 |
| عمومیتِ سُنت | (ج) | 77 |
| شریعت ظاہری وباطنی اُمور کیلئے کسوٹی ہے | (د) | 78 |

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


| | | |
|---|---|---|
| 79 | iii | احکام کا شرعی یا مکلفین کی عادی بھلائیوں کے تابع ہونا |
| | پہلی قسم | (دلیل شرعی سے بحال اُمور) |
| | دوسری قسم | (جاری عادات سے متعلق اُمور) |
| | 1 | مستقل عادات |
| | 2 | تبدیل ہونے والی عادات |
| 80 | 2.1 | عادت پر علاقہ کے اثرات |
| 81 | 2.2 | عادات پر تغیر مقاصد کے اثرات |
| 82 | 2.3 | عادات پر معاملات کے اثرات |
| 83 | 2.4 | عادات پر خارجی اُمور کے اثرات |
| 84 | 2.5 | عادات پر خرق عادت عمل کے اثرات |
| 85 | iv | طاعات اور معاصی کی وُسعت |
| 86 | v | عبادات میں اصل تعبد اور التزام نص ہے |
| | vi | عادات میں اصل مفہوم اور مراد ہے |
| 87 | | ﴿الف﴾ استقراء |
| 88 | | ﴿ب﴾ عبادات میں توسیع پر عدم نص |
| 89 | | ﴿ج﴾ زمانہ فترت میں عبادات کی عدم تشخیص |
| 90 | xi | عادات میں اصل، مفہوم اور مراد ہے |
| 91 | | ﴿الف﴾ استقراء |
| 92 | | ﴿ب﴾ توسیع علت |
| 93 | | ﴿ج﴾ زمانہ فترت میں توجہ الی المفہوم |

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



☆ **قصد المکلّف** 94

اُمورِ تکلیفیہ میں مقاصدِ مُکلف کی اہمیت 95

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے 96

قصد مکلّف کی قصد شارع سے تعلق کی نوعیت 97

i قصد مکلّف کی قصدِ شارع سے موافقت ضروری ہے 98

ii مکلّف کا وہ عمل جو قصد شارع کے خلاف ہو باطل ہے 99

(الف) مصلحت کے خلاف ہونا 100

(ب) قصدِ شارع کو بے اعتبار بنانا 101

(ج) مخالفتِ رسول کریم ﷺ 102

(د) اَحکامِ اِلٰہیہ کا مذاق 103

مُکلف کے قصد و فعل میں معمول بہ کے ساتھ تعلق کی صورتیں اور حکم 104

i قصد و فعل دونوں موافق 105

ii قصد و فعل دونوں مخالف 106

iii فعل موافق اور قصد مخالف 107

iv قصد موافق اور فعل موافق 108

v فعل مخالف اور قصد موافق 109

مکلّف کے ذاتی مفاد اور دوسروں کے نقصان و عدم نقصان سے متعلق افعال کا حکم؟ 110

حفاظت مصالح کی ذمہ داری جس پر لازم ہے 111

ii مصالحِ غیر کے مکلّف کی مصلحتوں کی حفاظت جملہ اہلِ اسلام پر لازم ہے 112


Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


113 iii مکلّف کیلئے شرعی مصالح کے قصد و امتثال کا حکم
114 حقوق اللہ کے اسقاط و تغیر میں مکلّف کی حیثیت
115 i اسقاط حقوق اللہ کی شرعی حیثیت
116 1۔ ناجائز حیلے
117 2۔ جائز حیلے
118 3۔ مشکوک حیلے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


شریعت سازی کے چار بنیادی اُمور ہیں
جنہیں امام شاطبی نے الموافقات میں ذکر کیا ہے۔

(1) قصد الشارع فی وضع الشریعہ

(تحفیظ الشریعہ باختیار المصالح)

یعنی مکلفین کا مصالح کو اس طرح اِختیار کرنا کہ مقاصد شریعہ محفوظ ہو جائیں

(2) قصد الشارع فی وضع الشریعہ للافہام

(تفہیم الشریعہ)

یعنی شریعت کو اس طرح بیان کرنا کہ انسانوں کو سمجھ آ جائے

(3) قصد الشارع فی وضع الشریعہ للتکلیف بمقتضاھا

(تکلیف المکلف بحسب استعداہ)

یعنی مکلّف کو اُس کے حسبِ استعداد پابندِ شرع بنانا

(4) قصد الشارع فی دخول المکلف تحت احکام الشریعہ

(تنظیم الھوی بحسب حکم الالٰہ)

یعنی مکلّف کا خواہشاتِ نفس کو رضاءالٰہی کے تابع بنانا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# تحفیظ الشریعہ باختیار المصالح

قصد الشارع فی وضع الشریعہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن احکام کی بجا آوری کا حکم دیا ہے ان کی ادائی سے مصالح (جلبِ منفعت اور دفع مضرت) کو اختیار کرتے ہوئے مقاصد شریعہ کی حفاظت مقصود ہے۔ امام شاطبی نے ان مصالح شریعہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔(1)

| | |
|---|---|
| پہلی قسم | ضروریہ |
| دوسری قسم | حاجیہ |
| تیسری قسم | تحسینیہ |

## i مصالح ضروریہ

وہ مصالح ہیں جنہیں مکمل کئے بغیر دین و دنیا کے مصالح کو حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اُمور ضروریہ کا جس قدر حصول ہو گا اُسی قدر دین و دنیا کی منفعت و سعادت بڑھتی چلی جائے گی اور جس قدر کمی واقع ہو گی اُسی قدر سعادت و منفعت کمزور پڑ جائے گی۔ مصالح ضروریہ کی تکمیل دو پہلوؤں سے ہوتی ہے۔

۱۔ ایجابی پہلو

۲۔ سلبی پہلو

(1) الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، المجلد الاول، ص13/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ﴿الف﴾ مصالح ضروریہ کا ایجابی پہلو

مصالح ضروریہ کے ایجابی پہلو کا مطلب یہ ہے کہ جن اُمور کے وجود سے مقاصد شریعہ کی حفاظت ہوتی ہے اُن امور کو بجالایا جائے مثلاً نماز، روزہ، حج زکوۃ کی ادائیگی مقاصد شریعہ میں سے حفاظت دین کا ایجابی پہلو ہیں کیوں کہ ان امور کے وجود سے مقصدِ شرعی کی حفاظت ہوتی ہے۔

## ﴿ب﴾ مصالح ضروریہ کا سلبی پہلو

مصالح ضروریہ کے سلبی پہلو کا مطلب یہ ہے کہ جن اُمور کی موجودگی مقاصد شریعہ کے افساد و تعطیل کا باعث بن سکتی ہو اُن امور کو زائل کرنا مثلاً کافروں کے خلاف جہاد کرنا، مرتدین کو قتل کرنا، بدعتی لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنا، یہ مقاصد شریعہ کا سلبی پہلو ہیں۔ کافروں کی منفی کاروائیاں، مرتدین کا اسلام سے اعراض وانحراف، بدعتی لوگوں کا ابداع عمل یہ ایسے امور ہیں جو دینی بگاڑ کا باعث بن سکتے ہیں لہذا ان کے خلاف کاروائی حفاظت دین کا سلبی پہلو قرار پاتی ہے۔

مقاصد شریعہ کل پانچ ہیں۔

۱۔حفاظتِ دین ۲۔ حفاظتِ نفس ۳۔حفاظتِ نسل ۴۔حفاظتِ مال

۵۔حفاظتِ عقل

بعض علماء کہتے ہیں کہ تمام اُمتوں میں ان پانچ چیزوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

## ii مصالح حاجیہ

مصالح کی دوسری قسم حاجیات کی ہے حاجیات ضروریات کو مکمل کرنے والی چیزیں ہوتی ہیں، حاجیات کے ذریعہ ضروریات میں وسعت پیدا ہوتی ہے، حاجیات سے تنگی دور ہوتی ہے اور کشادگی پیدا ہوتی ہے۔ حاجیات کے فقدان سے اگر چہ ضروریات معدوم تو نہیں ہو جاتیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مگر ضروریات کی بجا آوری میں مشکلات ضرور آجاتی ہیں۔

مثلاً نماز ادا کرنا ضروریاتِ دین سے ہے، ہر حال میں ایک جیسی طویل نماز ادا کرنا ہی لازمی ہو تو بعض اوقات ہنگامی حالات میں ایسی طویل نماز کی ادائیگی مشکل پیدا کرتی ہے، شارع نے سفر یا بیماری میں تخفیف کر دی یہ تخفیف حاجیات کی مثال ہے۔

تخفیف دینے والی تمام رخصتیں حاجیات کی مثالیں ہیں (1)

## iii مصالح تحسینیہ

مقاصد شریعہ تحسینیہ/مصالح تحسینیہ سے مراد وہ امور ہیں جو ضروریات اور حاجیات سے تو کم تر ہیں مگر ان کے ذریعہ ضروریات اور حاجیات کی تکمیل ہوتی ہے اور تحسینیات کے ساتھ انسان بہتر زندگی گزار سکتا ہے۔ حاجیات اور تحسینیات یہ دونوں دراصل ضروریات کی تقویت، تکمیل اور حسن و رعنائی کا باعث ہوتے ہیں۔ عبادات میں اس کی مثال بدبو کو دور کرنا اور خوشبو کو حاصل کرنا ہے۔ امام شاطبی نے مقاصد شریعہ سے متعلق چند قواعد ترتیب دیئے ہیں۔

الف۔ ضروری اصل ہیں بہ نسبت حاجی اور تحسینی کے

ب۔ مصالح ضروریہ کا اختلال حاجیہ اور تحسینیہ کے مختل ہونے کا سبب بنتا ہے۔

ج۔ حاجیہ اور تحسینیہ کے مختل ہونے سے ضروریہ کا اختلال لازم نہیں ہوتا ہے۔

د۔ کبھی کبھار حاجیہ اور تحسینیہ کے خلل کی وجہ سے ضروریہ پر بھی اثر پڑ جاتا ہے

ہ۔ ضروریات کی تکمیل کیلئے حاجیات اور تحسینیات کی محافظت ضروری ہے۔ (2)

---

(1) الشاطبی, الموافقات فی اصول الشریعہ ، المجلد الاول، ص13/2

(2) الشاطبی ، الموافقات فی اصول الشریعہ ، المجلد الاول، ص17/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مصالح اور مفاسد کا حکم

## i دنیا میں مصالح اور مفاسد کا امتزاج اور شارع کیلئے غالب کا مقصود ہونا

دنیوی مصالح وہ ہیں جو انسانی زندگی کے قیام واستحکام کی طرف لوٹتے ہیں، دنیوی مصالح کا حصول تکلیفوں اور مشقتوں جبکہ دنیوی مفاسد لطف ولذت سے خالی نہیں ہوتے ۔ دنیا میں جس مصلحت کا بھی حصول ہوگا اُس میں مکلّف کیلئے تکلیف ضرور ہوگی (وہ تکلیف تھوڑی ہو یا زیادہ) اسی طرح جب کوئی مفسد ظاہر ہوگا تو لطف ولذت بھی اُس کے ساتھ ضرور ملا جلا ہوگا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اُسے مصلحت تو حاصل ہو مگر مشقت اور تکلیف سے اُسے پالا نہ پڑے یا مفسد تو ظاہر ہو مگر وہ لذت سے خالی ہو ایسا نہیں ہوسکتا۔

کیوں کہ کوئی بھی شخص جب صرف ایک ہی جہت کا ارادہ کرے تو وہ اس پر قادر نہ ہوسکے گا، دوسری جہت کی مداخلت امر لازم ہے اللہ تعالیٰ نے حصول جنت کو مصلحت کیلئے مشقت برداشت کرنے اور مفسد سے بچنے کیلئے لذتوں کو قربان کرنے پر موقوف کردیا ہے۔(1)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ }(2)

یعنی اور ہم تمہیں پرکھنے کی خاطر برائی اور بھلائی کے ذریعہ آزماتے ہیں اور ہماری طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

---

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول ص 20/2

(2) الانبیاء ، 35:21

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


{لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلاً }(3)

یعنی (وہ جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا) تا کہ تمہارا رب تمہیں آزمائے کہ کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے۔

(حفت الجنة بالمکارہ و حفت النار بالشھوات) (4)

یعنی جنت ناپسندیدہ اشیاء اور دوزخ خواہشات نفس سے گھری ہوئی ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں معلوم ہوا کہ دنیوی امور مصالح اور مفاسد کا امتزاج رکھتے ہیں تاہم اگر مصلحت کا پہلو غالب ہوا سے عرف عام میں مصلحت ہی سمجھا جائے گا اور اگر مفسد کا پہلو غالب ہو تو عرف عام میں اُسے مفسد خیال کیا جائے گا، غرض یہ کہ ہر فعل کے دورُخ ہوتے ہیں اور وہ فعل اچھا یا برا ہونے میں اپنے غالب رخ کی طرف منسوب ہوگا۔ اگر شرعاً یہ مقصود ہوتا کہ ایسا عمل اختیار کیا جائے جس سے مفاد کا حصول ہی ہو دُنیوی مفسد کی اُس میں گنجائش ہی نہ ہو تو شریعت کا یہ مطالبہ تکلیف مالا یطاق ہوتا۔

## ii آخرت میں مصالح اور مفاسد کا خالص ہونا

اُخروی مصالح اور مفاسد کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ مصالح اور مفاسد کا خالص ہونا

2۔ مصالح اور مفاسد میں امتزاج ہونا

(3) الملك ، 2:67

(4) مسلم ،الجامع الصحیح، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها ، باب باب رقم 2822، ص2174/4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## 1۔ مصالح اور مفاسد کا خالص ہونا

قسم اول کی وضاحت یہ ہے کہ آخرت میں اللہ کے نیک بندوں کو ایسی مصلحت دستیاب ہو گی کہ اُس کے اندر مفسد کا دخل قطعاً نہ ہوگا جیسے اہل جنت کو نعمتوں کا ملنا، اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کے انعامات سے سرفراز کیا جائے گا اُن انعامات کے ساتھ کسی بھی قسم کی تکلیف اور مشقت، دوزخ کا خطرہ اور کھٹکا نہ ہوگا۔ اسی طرح آخرت میں کفار و مشرکین کو جب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم رسید کیا جائے گا تو ان اہل جہنم کو کسی قسم کی جنتی نعمت سے سرفراز نہ کیا جائے گا۔ غرض یہ کہ اہل جنت کیلئے مصلحت خالص ہے اور اہل جہنم کیلئے مفسد خالص ہے۔

## 2۔ مصالح اور مفاسد میں امتزاج ہونا

دوسری قسم کی وضاحت یہ کہ آخرت میں بعض ایسے افراد ہوں گے کہ جنہیں ان کی بد عملیوں کی وجہ سے عارضی طور پر آگ میں داخل کیا گیا ہوگا، آگ میں دخول اُن کیلئے اُخروی مفسد ہوگا مگر اس اُخروی مفسد میں بھی اُخروی مصلحت کا اختلاط اس طرح ہوگا کہ جہنم کی آگ ان موحدین کے سجدہ کے مقامات اور مقام ایمان تک نہ پہنچ پائے گی، اس طرح یہ اُخروی مصلحت اور مفسد کا اختلاط ہوگا۔ شریعت اسلامیہ میں قسم اول (اخروی مصلحت/ مفسدہ کا خالص ہونا) سے متعلق متعدد دلائل ملتے ہیں۔(1)

ارشادات باری تعالیٰ

{ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ }(2)

یعنی ان (کافروں) سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ دوزخ میں ناامید ہو جائیں گے۔

---

(1) الشاطبی ، الموافقات، المجلد الاول ص 26/2

(2) الزخرف ، 75:43

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


{فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ النَّارِ }(3)

یعنی جولوگ کافر ہیں اُن کیلئے آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے۔

{لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى }(4)

(کافر دوزخ کے اندر) نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔

{اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ o اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ o }(1)

یعنی (اے اہل جنت) تم پر سلامتی ہو تم بہت اچھے رہے، اب اس میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ،

## iii شرعی مصالح اور مفاسد کا نفسانی خواہشات کے تابع نہ ہونا

دنیوی زندگی میں شرعی احکام کے بجالانے سے جو مفادات حاصل ہوتے ہیں اور نقصانات سے بچاؤ ہوتا ہے (جسے مصلحت کہا جاتا ہے) اس میں نفسانی خواہشات کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ اسے شرعی حکم کے امتثال کا ثمر کہا جائے گا اس کے درج ذیل دلائل ہیں۔

﴿الف﴾ اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہشات کی پیروی کو موجب فساد قرار دیا ہے۔

{وَلَوِاتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ }(2)

یعنی اگر حق اُن کی خواہشات کی پیروی کرے تو آسمانوں اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے سب میں فساد پیدا ہو جائے۔

﴿ب﴾ دنیا کے اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ دنیوی زندگی دنیا اور آخرت کی بہتریوں کو سمیٹنے کیلئے معتبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عقل وخرد نے ہر قسم کی خواہشات کے اتباع سے منع کیا ہے ان خواہشات کی وضاحت شریعت اسلامیہ نے کر دی ہے اور مکلفین نے اس بوجھ کو اٹھالیا ہے۔

﴿ج﴾ مصالح کی مشروعیت اور مفاسد کی ممنوعیت سے واضح ہو گیا ہے کہ نفسانی خواہشات کی

---

(3) الحج ، 19:22

(4) طٰہٰ، 74:20

(1) الحجر، 48:15

(2) مومنون، 71:23

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اتباع اصل نہیں ہے کیوں کہ اگر نفسانی خواہشات کی اتباع ہی اصل ہوتی تو ہر نفسانی خواہش مصلحت کو سمیٹنے والی ہوتی، جبکہ ایسا ہے نہیں جس سے واضح ہو گیا کہ شرعی مصالح خواہشات کے تابع نہیں ہیں۔(3)

# شریعت اسلامیہ کا محفوظ ہونا

شریعتِ اسلامیہ معصوم اور محفوظ ہے،اس کی بنیادیں انسانی تغییر وتبدیل سے بچی ہوئی ہیں، امت مسلمہ جب کسی مسئلہ پر اجماع کر لے تو وہ متفق علیہ امر بھی معصوم ہو جاتا ہے۔شریعت اسلامیہ کی معصومیت کے درج ذیل شواہد ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

{اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ }(4)

یعنی ہم ہی نے اس شریعت کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

مزید فرمایا

{كِتَابٌ اُحْكِمَتْ آيَاتُهٗ }(1)

یعنی یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیات کو محکم بنادیا گیا ہے۔

مزید فرمایا

{ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ آيَاتِهٖ }(2)

یعنی آپ سے پہلے ہم نے کوئی رسول یا نبی نہیں بھیجا مگر جب وہ آرزو کرتا تو شیطان اس کی آرزو میں (وسوسہ) ڈال دیتا تو اللہ تعالیٰ شیطان کی ڈالی ہوئی بات کو دور کر دیتا ہے پھر اپنی آیات کو مضبوط کر دیتا ہے۔

(3) الشاطبی ،الموافقات،المجلدالاول ص30/2
(4) الحجر، 9:15
(1) هود ، 1:11
(2) الحج ، 52:22

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اللہ جل جلالہ نے واضح کر دیا کہ وہ اپنی آیات کو محفوظ رکھنے والا ہے، اور اس کی آیات کسی طرح کی دسترس سے محفوظ ہیں، تغیر و تبدل سے پاک ہیں۔ سنت ان آیات کو قوی بناتی ہے۔

مزید فرمایا

{ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا }(3)

یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

قرآن مقدس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں تغیر کا پیدا ہونا اس لئے ممکن ہوا کہ ان کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے سپرد کر دی تھی جبکہ قرآن مقدس ایسی تحریف سے محفوظ ہے کیوں کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ }(4)

یعنی ہم ہی نے اسے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

## موجود حقائق

حفاظت شریعت کیلئے سنت کی حفاظت بھی ایک لازمی امر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خدمتِ سنت کیلئے ایسے انسان پیدا کر دیئے جو صحیح روایات کو سقیم روایات سے ممتاز رکھنے کی قوی صلاحیت رکھتے تھے۔ طرق کی کثرت و قلت، نفس حدیث کے قوی اور ضعیف ہونے معمول اور غیر معمول بہا روایات کی وضاحت انہیں افراد نے کی۔(5)

(3) المائدہ، 3:5

(4) الحجر، 9:15

(5) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول ص 46/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# تفہیم الشریعہ

قصد الشارع فی وضع الشریعہ للافہام کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شریعت وضع کرنے کا مقصد اسے لوگوں کے ذہن نشین کرانا ہے یہ عنوان بنیادی طور پر دو مسائل پر مشتمل ہے۔

پہلہ مسئلہ یہ شریعت مبارک عربی زبان میں ہے

دوسرا مسئلہ یہ شریعت مبارک امیوں پر نازل ہوئی

## ﴿الف﴾ شریعت کے عربی زبان میں ہونے کی وضاحت

مقاصد شریعہ کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب کہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور اسے اچھی طرح سمجھنے کیلئے اُسی زبان میں سمجھنا ضروری ہے جس زبان مین شریعت کا ماخذ قرآن نازل ہوا ہے۔ قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ جس کی مندرجہ ذیل شہادتیں ہیں۔

1۔ {اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا}(1)

یعنی ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اُتارا ہے۔

2۔ { لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ }(2)

یعنی جس شخص کی طرف یہ لوگ نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے اور یہ قرآن واضح عربی زبان میں ہے۔

---

(1) یوسف، 2:12

(2) النحل، 103:16

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


3۔ { بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ }(3)

یعنی یہ قرآن پختہ عربی زبان میں ہے۔

4۔ { وَلَوْجَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ }(4)

یعنی اور اگر ہم قرآن کو غیر عربی زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیات ہماری زبان میں کھول کر بیان کیوں نہیں کی گئیں ( تعجب ہے) کہ قرآن تو عجمی اور ہم (مخاطبین) عربی؟

عربی الفاظ کے متعدد معانی، مترادفات، مفہوم و مطلب کا تنوع تقاضا کرتے ہیں کہ جب تک عربی زبان کے ہر نشیب و فراز سے واقفیت نہیں ہو جاتی عربی عبارت کا ترجمہ کرنا جو کہ اُس متکلم کے مفہوم کی کامل عکاسی کرتا ہو ممکن نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن قتیبہ نے قرآن مقدس کے ترجمہ کرنے کے امکان کی نفی کی ہے۔(1)

## ﴿ب﴾ شریعت کے اُمیوں کیلئے نازل ہونے کی وضاحت

امام شاطبی نے شریعت کے امیوں کی طرف آنے کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے ۔

"هذه الشريعة المباركة أُمية "(2)

یعنی یہ شریعت مبارکہ امیوں کی شریعت ہے کیوں کہ اس شریعت کے مخاطبین اُمی لوگ تھے اس کے درج ذیل دلائل ہیں۔

1۔ { هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ }(3)

یعنی وہی تو ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

---

(3) الشعراء ، 195:26

(4) حم السجدة ، 44:41

(1) الشاطبی ، الموافقات ،المجلد الاول ص52/3

(2) الشاطبی ، م۔ن، ص53/2

(3) الجمعه ، 2:62

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


2۔ { فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ }(4)

یعنی پس اللہ اور اس کے رسول پر جو نبی اُمی ہے ایمان لاؤ وہ نبی جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لاتا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے۔

(انی بعثت الی اُمۃ اُمیۃ )(5)

یعنی میں ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اہل عرب کو امیین اس لئے کہا گیا کیوں کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کے علوم میں سے کوئی علم نہ تھا۔ امی کا لفظ ''ام'' کی طرف منسوب ہے جس کا معنی ہے کہ جس حال میں وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اُسی حال پر باقی ہے۔ اس نے کچھ لکھنا سیکھا نہ کوئی دوسری چیز جس حال پر پیدا ہوا تھا اُسی حال پر باقی ہے۔ شریعت کا نزول اُمیوں کے اصلاح احوال اور پھر دیگر اقوام عالم کیلئے ہوا، لہذا جو شخص شریعت مطہرہ کی پنہائیوں کو سمجھتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ ادراک حاصل کرے کہ شارع نے مخاطبین کے حال کے تقاضا کے مطابق شریعت کو نازل کیا ہے۔(6)

---

(4) الاعراف ، 158:7

(5) ابن حبان ،صحیح،ذکرالعلۃ التی من اجلھا سأل النبی ﷺ ربہ معافاتہ ومغفرتہ،رقم 739، ص14/3

(6) شیخ عبد اللہ دراز ، التوضیح ، ص69/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# عربوں کے مروجہ علوم میں
# نظریہ شریعت باعتبار تقریر، تعدیل، ابطال، زیادتی

اہل عرب کے ہاں بہت سے علوم مروج تھے اُن میں سے بعض علوم ایسے تھے جن کی تحصیل وابلاغ کو مکارم اخلاق اور عمدہ خصائل سے تعبیر کیا جاتا تھا اُن خصائل میں سے جو درست تھے شریعت نے اسے برقرار رکھا اور جو درست نہ تھے شریعت نے اُسے مسترد کر دیا اور انہی مروجہ علوم سے حق و باطل کی تمیز دی۔ اہل عرب میں مروجہ علوم میں سے چند درج ذیل ہیں۔(1)

## i علم نجوم

اہل عرب علم نجوم میں گہری دلچسپی رکھتے تھے اس علم کے ذریعہ بحری اور بری سفر میں راستہ تلاش کرنے میں راہنمائی حاصل کرتے تھے، چاند کے منازل کی تعیین اور اس کی حرکت کے اثرات میں خاص توجہ رکھتے تھے، شریعت اسلامیہ نے اس مفہوم کو قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔

1۔ { وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ }(2)

یعنی وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تا کہ تم بحر و بر کے اندھیروں میں راستہ پاسکو۔

2۔ { وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ }(3)

یعنی وہ ستاروں سے راستہ تلاش کرتے ہیں۔

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلدالاول ص54/2

(2) الانعام، 97:6

(3) النحل، 16:16

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


3۔ { وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرُ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ }(4)

یعنی ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے نہ تو سورج کیلئے یہ ممکن ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات، دن (ختم ہونے) سے پہلے آسکتی ہے۔

4۔ {هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ}(5)

یعنی وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور کاموں کا حساب پہچان سکو۔

5۔ { وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا اٰيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً }(6)

یعنی ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو تاریک بنایا ہے اور دن کی نشانی کو روشن۔

6۔ { وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ }(1)

یعنی اور ہم نے قریب کے آسمان کے (تاروں کے) چراغوں کے ساتھ زینت دی ہے اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا آلہ بنایا ہے۔

---

(4) یس، 36:39،40
(5) یونس، 10:5
(6) الاسراء، 17:12
(1) الملك، 67:5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


7۔ { یَسْـئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ }(2)

یعنی لوگ آپ سے نئے چاند کی بابت پوچھتے ہیں آپ فرما دیں وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے۔

## ii علم الموسم

علم الموسم، ہواؤں کے چلنے، آندھیوں کے آنے، بادلوں کے گرجنے، برسنے کے اوقات سے متعلق ہے۔شریعت اسلامیہ نے عربوں کے ہاں اس مروج علم سے بھی اسلامی تشخص کی حقانیت پر استدلال کیا ہے۔

1۔ { هُوَالَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ }(3)

یعنی وہی تو ہے جو تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے اور کڑکنے والی بجلی اس کی تسبیح وتحمید کرتی ہے۔

2۔ { وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا }(4)

یعنی ہم نے بھرے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔

3۔ {اَفَرَاَیْتُمُ الْمَاءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ }(5)

یعنی کیا تم دیکھتے نہیں ہو جو پانی تم پیتے ہو کیا تم نے اسے بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں؟

---

(2) الملك ، 5:67

(3) الرعد، 12:13

(4) النباء ، 14:78

(5) الواقعه، 69:56

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


4۔ { وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْہُ } (6)

یعنی ہم نے بارش سے لدی ہوائیں بھیجیں پھر آسمان سے پانی برسایا اور اسے تمہیں پلایا

5۔ { وَاللّٰہُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا}(7)

یعنی اور اللہ وہ ذات ہے جس نے ہوائیں بھیجیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس سے مردہ شہر کو سیراب کرتے ہیں اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتے ہیں۔

## iii علم التاریخ

اہل عرب علم التاریخ کو بھی علوم معتبرہ میں شمار کرتے تھے، علم التاریخ سابقہ امتوں کی خبروں سے متعلق علم ہے، شریعت اسلامیہ نے اُمم سابقہ کے عروج وزوال اُن کے پیشوں، صنعت وحرفت اور ان کے تمدنی زندگی میں اثرات کو واضح کیا ہے۔ اور مزید ایسی خبریں بھی فراہم کی ہیں جہاں تاریخ دانی بھی جواب دے جاتی ہے، تو ایسی غیبی خبریں کا شاخانہ نبوت سے ہی مل سکتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں چند تاریخی نمونے درج ذیل ہیں۔

1۔ { ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْہِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَہُمْ اَیُّہُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ}(1)

یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ اس وقت ان لوگوں کے پاس نہ تھے جو اپنی قلمیں (دریا میں) ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون

---

(6) الحجر، 22:15

(7) فاطر، 9:35

(1) اٰل عمران، 44:3

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مریم کی کفالت کرے گا۔

2۔ {تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا }(2)

یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اس سے پہلے انہیں نہ آپ جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم جانتی تھی۔

اہل عرب غیب کی خبروں کی پہچان کرنے کے حوالہ سے بعض اوقات تخمینے لگایا کرتے، خودساختہ ضابطوں کے ذریعہ مسائل کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کرتے مثلا پرندہ اُڑا کر سفر اختیار کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتے (اگر پرندہ دائیں جانب اڑتا تو اس سے نیک فال لیتے، بائیں جانب اڑتا تو بد فال لیتے۔ متعدد تیروں میں سے ایک تیر اٹھاتے اور اس پر لکھے ہوئے پر عمل کرتے، رمل کے خطوط کھینچ کر قسمت کا حال دریافت کرتے۔ ایسے حالات میں حضور ﷺ تشریف لائے اور ایسے غیب کی پہچان دی جو سراسر حق تھا

## iv علم الطب

اہل عرب کے ہاں علم طب کو بنظر تحسین دیکھا جاتا تھا اور حامل علم طب کو معاشرہ میں ایک مقام خاص حاصل ہوتا، مگر اہل عرب فن طبابت میں کوئی نمایاں مقام نہ رکھتے تھے۔ ان کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ امیوں کے تجربات سے ماخوذ تھا، ایسے حالات میں شریعت اسلامیہ نے راہنمائی عطا کی، شریعت اسلامیہ نے طب کے حوالہ سے جو کچھ دیا وہ کم ہونے کے باوجود کافی و وافی تھا مثلا شریعت اسلامیہ نے توازن کے ساتھ کھانے، پینے کا حکم دیا اور ضرورت سے زائد کھانے سے منع کر دیا۔

---

(2) هود ، 49:11

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا }(3)

یعنی کھاؤ اور پیو مگر فضول خرچی مت کرو۔

حضور ﷺ نے شہد، کلونجی (حبۃ السوداء) کے استعمال کو مؤثر قرار دیا، جس دم جھاڑے میں کفریہ کلمات تھے اس سے روک دیا اور جس دم، جھاڑے کے مشمولات اسلامی تھے، اُسے باقی رکھا۔

## v علم البلاغہ

فصاحت و بلاغت کو حرکت میں لاتے ہوئے کلام کرنا، اہل عرب کا خاص شغف تھا، ان حالات میں قرآن حکیم نازل ہوا اور فصاحت و بلاغت میں قرآن نے انہیں وہ کچھ دیا اہل عرب جس کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے، بلکہ شریعت اسلامیہ نے تو بلغاء عرب کو عاجز کر کے رکھ دیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا }(1)

یعنی آپ کہہ دیجئے اگر تمام انسان اور جن اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل پیش کریں تو اس کی مثال پیش نہ کر سکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

## vi علم ضرب الامثال

اہل عرب کے من جملہ علوم میں سے ایک احوال کے موافق مثالیں بیان کر کے فہم و فراست پیدا کرنا ہے۔ قرآن مقدس نے خود اس کی خبر دی ہے۔

{ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ }(2)

---

(3) الاعراف ، 31:7

(1) الاسراء ، 88:17

(2) الروم ، 58:30

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یعنی بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر طرح کی مثالیں پیش کردی ہیں

چند علوم بیان کرنے کا مقصد اس امر کو واضح کرنا ہے کہ اہل عرب جن علوم سے مانوس تھے شریعہ اسلامیہ نے انہیں خارج نہیں کر دیا بلکہ وہ علوم اگر مقصود شریعت سے متصادم نہیں تھے، تو ان کی تائید کی ہے نہ صرف تائید کی ہے بلکہ اُس علم کے ایسے ایسے گوشے ظاہر کئے ہیں کہ جن سے اہل عرب نا آشنا تھے۔(3)

(3) الشاطبی ، الموافقات ،المجلدالاول ص58/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# شریعت اُمیہ سے ماخوذ چند اہم ضابطے

## i پہلا ضابطہ

قرآن مقدس میں اہل عرب کے علوم کی جنس کے علوم موجود ہیں بعض لوگوں کا ادعاء ہے کہ قرآن مقدس میں جملہ علوم کو ذکر کردیا گیا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُن علوم سے حجابات اُٹھتے چلے جاتے ہیں استدلالاً ان آیات کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔

{ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ }(1)

ہم نے اس کتاب مین کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔

مفسرین کرام نے اس اور اس جیسی دوسری آیات کا مفہوم اس طرح واضح کیا ہے کہ کتاب میں ہر چیز کا بیان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُمور تعبد یہ و تکلیفیہ میں سے ہر امر کا بیان اس کتاب میں موجود ہے۔ نیز یہ کہ ''مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ''میں کتاب سے مراد ''لوح محفوظ '' ہے نہ کہ قرآن مجید۔(2)

قرآن مقدس میں تمام علوم وفنون کے ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے تاہم یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ اہل عرب کے ہاں مروجہ علوم کی جنس کے علوم قرآن مقدس میں موجود ہیں مگر جملہ علوم وفنون کے قرآن مقدس میں موجود ہونے کا دعویٰ کرنا مناسب حال نہ ہوگا۔

## ii دوسرا ضابطہ

فہم شریعت کیلئے ضروری ہے کہ عربی کو اہل عرب کے اسلوب سے سمجھا جائے، شریعت کو سمجھنے کیلئے عربوں کی زبان کے عرف کو سمجھنا ضروری ہے جب تک اہل عرب کی زبان کے عرف کو سمجھا نہیں

(1) الانعام، 38:6

(2) الشاطبی ، الموافقات ،المجلدالاول ص 61/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جاتا شریعت کے حقیقی مفہوم تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔قرآن فہمی میں عربوں کے غیر معروف راستے کو اختیار کرنا ایک ایسے راستے پر چلنا ہے، جو کہ مقصد سے دور لے جاتا ہے۔

عرفِ عرب کا احساس الفاظ، معانی اور اسلوب میں باقی رکھا جائے گا، اہل عرب اگر چہ معنی کی محافظت کیلئے الفاظ کا محتاط استعمال کرتے ہیں، مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخصوص الفاظ کا استعمال کئے بغیر بھی مفہوم کو سمیٹ لیا جاتا ہے، ایسے اسلوب کو اختیار کرنا صحتِ کلام پر اثر انداز نہیں ہوتا۔اہل عرب نے ایسے اسلوب کو اختیار کیا ہے اور اس کے شواہد موجود ہیں۔

## اول

جو الفاظ عربی ضابطوں کی رعایت سے ایک اسلوب پر استعمال ہوتے ہیں، ضرورت کے پیش نظر اور کبھی بغیر ضرورت کے بھی اہل عرب اُسے دوسرے اسلوب پر استعمال کر لیتے ہیں جیسے کوئی لفظ کثیر الاستعمال ہو تو خلاف قیاس اس میں تبدیلی پیدا کر دی جائے مثلاً غیر منصرف کو منصرف بنا دینا، الف مقصورہ کو ممدودہ یا ممدودہ کو مقصورہ بنا دینا، ایسی تبدیلی اگر شاذ و نادر نہ ہو بلکہ عمومی ہو تو قرآن مقدس میں ایسے کلمات کا ہونا قرآن مقدس کے اعجاز کیلئے نقصان دہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی تبدیلی اہل عرب میں شاذ و نادر ہو تو ایسی تبدیلی والے کلمہ کو کتاب اللہ میں کہنا درست نہیں کیوں کہ یہ قرآنی فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے۔

## ثانی

اہل عرب اظہار مفہوم کیلئے محض مخصوص الفاظ کا ہی سہارا نہیں لیتے بلکہ مقارب یا مُرادف الفاظ کا استعمال بھی ان میں شائع ہے۔ جب مفہوم اپنی استقامت پر ہو تو مُرادف و مقارب کے استعمال میں نہ تو اختلاف سمجھا جاتا ہے، اور نہ ہی اضطراب قرآن مقدس کا مفہوم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


میں استقامت رکھتے ہوئے، سات قرأتوں پر نازل ہونا ،اس کی دلیل ہے۔متعدد مثالیں حسب ذیل ہیں۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (1) کو مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھنا

وَمَا يَخْدَعُوْنَ (2) کو وَمَا يُخَادِعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ پڑھنا

قرآن مقدس میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں مفہوم کے مستقیم رہتے ہوئے کلمات مختلف ہیں۔اہل عرب کی یہی عادت تھی۔(3)

**ثالث**

کلام عرب میں الفاظ کے معتبر ہونے کے باوجود استعمال میں غفلت کا عنصر ملتا ہے۔جیسے اہل عرب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کو برا سمجھتے تھے،مثلاً "قمت و زید"(4)

**رابع**

اہل عرب کلام میں تکلف اور تصنع کو ناپسند کرتے تھے، جو کلام جتنا تکلف اور تصنع سے دور ہوتا اُسے اتنا ہی پسند کیا جاتا۔اسی طرح جو شخص شرعی احکام کا متلاشی ہے اُسے قرآن وسنت میں مستعملہ کلمات کا مفہوم اخذ کرنے سے تکلف اور تصنع سے کام نہیں لینا چاہیئے بلکہ اہل عرب ایسے کلمات سے جو کچھ بلا تکلف مراد لیتے ہیں وہی اس متلاشی کی مراد ہونی چاہیئے۔(5)

---

(1) الفاتحہ، 3:1
(2) البقرہ، 9:2
(3) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول ص63/2
(4) الشاطبی، م، ن، ص64/2
(5) الشاطبی، م، ن، ص64/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## iii تیسرا ضابطہ

## مختلف المعانی کے قدرِ مشترک کو ملحوظ رکھا جائے

فہم شریعت کی خاطر قرآن مقدس کو سمجھنے اور سمجھانے کا وہی طریق اختیار کیا جائے جو تمام اہل عرب کیلئے عام ہے لہذا قرآن وسنت کے الفاظ ومعانی کے تناسب سے بڑھ کر تکلف نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ علماء نے مفہوم قبول کرنے میں جمہور کے ہاں قدر مشترک کو پیش نظر رکھا ہے۔قرآن و سنت کا وہی مفہوم لیا ہے کہ جس مفہوم کو اخذ کرنے میں جمہور مشترک ہیں۔انوکھے اور اچھوتے مفہوم کو حاصل کرنا ہی اگر مقصود ہوتا تو اللہ جل جلالہ انسان کو انوکھے استدلال کا مکلّف بنا دیتا۔اور ایسا کلام نازل کر دیتا کہ جس کے مفہوم تک پہنچنا انسان کی قدرت سے باہر ہوتا اور ہر انسان اپنی استعداد کے مطابق مفہوم اخذ کرتا رہتا اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزارتا رہتا مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو شریعت کے سمجھنے کیلئے ایسے طریق کا پابند کیا ہے جو اکثریتی اشتراک کے مطابق ہو۔

## iv چوتھا ضابطہ: الفاظ مقصود حقیقی نہیں ہیں

کلام میں الفاظ کو صرف معنی مرادی کے حصول کا ذریعہ سمجھا جائے نہ کہ مقصودِ حقیقی۔اور مقصود حقیقی معنی ومفہوم کو سمجھا جائے ،اہل عرب محض مفہوم کو ہی پیش نظر رکھتے تھے اور اداء الفاظ کو مفہوم تک رسائی کیلئے وسیلہ قرار دیتے۔مفہوم کی وضاحت کیلئے الفاظ میں تکلف اور تصنع سے کام نہ لیا کرتے تھے اسی لئے ان کے الفاظ میں روانی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔اہل عرب میں یہ امر شائع تھا کہ جب ترکیبی معنی سمجھے جاسکتے ہوں تو انفرادی تبدیلی (یعنی ایک لفظ کی جگہ اُس کا ہم معنی دوسرا لفظ اختیار کرنا) کی پرواہ نہ کی جائے۔(1) ترکیبی معنی کے اُجلا اور روشن ہونے کی وجہ سے

---

(1) الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، المجلد الاول ص66/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


انفرادی تبدیلی کی طرف دھیان نہ دینے کے کلام عرب میں بہت سے مظاہر ہیں۔ تفہیم کیلئے نمونہ ملاحظہ ہو۔

1۔ ذوالرمہ نے ابن جنی کو ایک شعر سنایا اور اس شعر میں لفظ ''بائس'' کی جگہ لفظ ''یابس'' کا استعمال کر دیا۔ ابن جنی نے اس لفظی تغیر کی طرف توجہ دلائی تو ذوالرمہ نے جواباً کہا کہ یابس اور بائس کا ایک ہی مفہوم ہے تو دیکھئے ذوالرمہ نے ''بوس'' اور ''یبس'' کے درمیان اختلاف کی کوئی پرواہ نہیں کی کیونکہ دونوں صورتوں میں معنی قائم رہتا ہے۔

گوظاهر لها من يابس الشخت واستعن
عليها الصبا واجعل يديك لها سترا

ترجمہ: پتلی پتلی خشک لکڑیوں کے ساتھ آگ (جلانے میں آگ) کی مدد کر اور ہوا سے تعاون طلب کر، اور اس سے اپنے ہاتھوں کو تپا کر چہرے سے پردہ کر۔

2۔ احمد بن یحیٰ کا بیان ہے کہ مجھے ابن الاعرابی نے ایک شعر سنایا تو شعر مین لفظ ''ضیق'' کی جگہ لفظ ''زیر'' لگا دیا۔ جب ابن الاعرابی کو اس تبدیلی پر مطلع کیا گیا تو ابن الاعرابی نے جواباً کہا، اتنا بھی نہیں جانتے کہ ''زیر'' اور ''ضیق'' ایک ہی بات ہے۔ یہاں بھی مفہوم کو باقی رکھتے ہوئے لفظی تغییر کر دی گئی ہے اور اسے معیوب نہیں سمجھا گیا۔ شعر درج ذیل ہے۔

وموضع زير لا اريد مبيته
كانى به من شدة الروع آنس

ترجمہ: میں شیر کی کچھار میں سونا نہیں چاہتا گویا کہ میں شدت خوف سے اُس (کچھار) سے اُنہیں (دشمنان کو) حاصل کر رہا ہوں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


3۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب نے قرآن حکیم کی تلاوت کی اور سورۂ عبس میں ''فاکھۃ و ابا ''(2) پر پہنچے تو کہنے لگے کہ ''اُبا'' کا مفہوم کیا ہے؟ پھر خود ہی کہنے لگے کہ ہم یہ جاننے کے مکلّف نہیں ہیں

معلوم ہوا کہ جب اہل عرب کو ترکیبی معنی معلوم ہو جاتے تو انفرادی مفہوم کی کرید میں نہ پڑتے تھے،

## 7 پانچواں ضابطہ

تکلیف خواہ اعتقادی ہو یا عملی اس قدر ہونی چاہئے کہ جسے اُمی سمجھ سکیں اور اس کے حکم کے تحت داخل ہو سکیں۔

### اعتقادی تکلیف

اعتقادی تکلیف کا معیار یہ ہے کہ وہ قریب الفہم ہو یعنی اُس اعتقاد و نظریہ کے سمجھنے میں آسانی ہو تا کہ اکثر و بیشتر لوگ اُسے سمجھ سکیں، اعتقادی امر کا قریب الفہم ہونا، اس لئے ضروری ہے کہ کیوں کہ شریعت اسلامیہ ''شریعت عامہ'' ہے۔ اگر شریعت اسلامیہ کے اعتقادی امور کو فقط ذہین و فطین افراد ہی سمجھ سکتے ہوتے تو شریعت اسلامیہ کا دعویٰ عمومیت درست قرار نہ پاتا، لہذا ضروری تھا کہ اسلامی اعتقادات قریب الفہم کیفیت کے حامل ہوں۔(1)

اگر شریعت ''اُمی'' نہ ہوتی تو اس کی قبولیت اکثر افراد کیلئے تکلیف مالا یطاق قرار پاتی، جبکہ شریعت اسلامیہ کا ادعاء تو تسہیل و تعمیم کا ہے۔ نظریہ و اعتقاد میں بے جا تفتیش و کرید کو اسلام اہمیت نہیں دیتا بلکہ نظریاتی بحث و تمحیص میں توازن برقرار نہ رکھ سکنے سے روکتا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

---

(2) عبس ، 31:80

(1) الشاطبی، الموافقات ، المجلد الاول ص67/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


(لن یبرح الناس یتسا ء لون حتی یقولوا ھذا اللہ خالق کل شی

فمن خلق اللہ ) (2)

یعنی لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ کہنے لگتے ہیں ہر چیز کو تو اللہ نے پیدا کیا اب سوال یہ ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

غرض یہ کہ جن امور کے سمجھنے میں اکثریت (زیادہ افراد) کا اشتراک نہ ہو وہ امور شریعت اسلامیہ کا مقتضیٰ قرار نہیں پا سکتے۔

## عملی تکلیف

عملی تکلیف میں شریعت کے اُمی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ امر کے ذریعہ جن اعمال کو بجالانا مطلوب ہے، لوگوں کی اکثریت ان اعمال کی تکلیف کو سمجھ سکتی ہے جیسے نمازوں کے اوقات کی پہچان کیلئے سورج کی وجہ سے پیدا ہونے والے اثرات کا پابند کر دیا گیا ہے کہ کتنے سایہ پر کس نماز کا وقت ہوگا ۔سورج کے ذریعہ اوقاتِ صلوۃ کی شناخت یہ ایک ایسا تکلیفی عمل ہے کہ جسے اکثریت سمجھ سکتی ہے۔ اسی طرح روزہ کے اختتامی وقت کی تعیین کو صبح کے ایک مخصوص وقت کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا تکلیفی عمل ہے کہ جسے اکثریت سمجھ سکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

{ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ }(3)

یعنی (تم اُس وقت تک کھاؤ پیو) یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاگہ کالے دھاگے سے نمایاں ہو جائے۔

(2) البخاری ،الجامع الصحیح ،کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال وتکلف مالا یعنیہ،رقم6866ص2660/6

(3) البقرہ ، 187:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


روزہ کے اختتامی وقت کو اکثر تو سمجھ گئے تھے مگر بعض صحابہ کرام نے مفہوم کو ظاہر پر محمول کرتے ہوئے روزہ کا اختتامی وقت اُسے قرار دیا کہ جس وقت میں واقعی سفید دھاگہ، سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے "من الفجر" کے الفاظ نازل کر کے ان بعض صحابہ کی الجھن کا بھی حل کر دیا اور یہ صحابہ بھی سمجھ گئے کہ سفید دھاگے سے مراد دن کا اجالا ہے اور سیاہ دھاگے سے مراد رات کی تاریکی ہے۔ تو پھر مطلب مزید واضح ہو گیا کہ روزہ رکھنے کا اختتامی وقت وہ ہے جس میں صبح کا اجالا رات کی تاریکی سے نمایاں ہو جائے۔ اعمال تکلیفیہ کے قریب الفہم ہونا ہے درج ذیل حدیث سے بھی نمایاں ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

**(انا امۃ اُمیۃ لا نکتب و لا نحسب الشھر ھکذا و ھکذا وھکذا')(1)**

ہم ان پڑھ اُمت ہیں نہ حساب کرنا جانتے ہیں اور نہ لکھنا مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے

(حضور ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو تین مرتبہ بند کرنے کے بعد کھول کر مہینہ کے دنوں کی گنتی بتائی)

مندرجہ بالا حدیث بھی واضح کرتی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اعمال تکلیفیہ قریب الفہم ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں اعمال تکلیفیہ کے قریب الفہم ہونے پر استدلال درج ذیل حدیث سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

**( لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین )(2)**

یعنی جب تک نیا چاند دیکھ نہ لو روزے شروع نہ کرو اور جب تک نیا چاند دیکھ نہ لو روزے ختم نہ کرو،

(1) البخاری ،الجامع الصحیح ، کتاب الصوم ، باب قول النبی ﷺ لا نکتب ولا نحسب ، رقم 1814، ص 675/2

(2) مالك، مؤطا،کتاب الصیام ، باب ما جاء فی رؤیۃ الھلال للصوم والفطر فی رمضان ، رقم 632ص 287/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پھر اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر لو، اعمال رکلیفیہ کے قریب الفہم ہونے کے باوصف اگر کوئی عمل سمجھ میں نہ آ رہا ہو تو اُسے خواصِ شریعت اسلامیہ کا حصہ سمجھا جائے گا۔(3)

# ثانوی مفہوم سے استفادۂ احکام کی شرعی حیثیت

کلام کے معنی و مفہوم پر دلالت کرنے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔

**پہلی قسم**

یہ کہ کلام، مفہومِ اصلی پر دلالت کرے۔ کلام کے مفہومِ اصلی پر دلالت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کلام جس مقصد کیلئے صادر ہوئی ہے اُسی مفہوم کو ہی لیا جائے اور فقط اُسی مفہوم کے مطابق حکم کا ثبوت ہو۔

**دوسری قسم**

یہ کہ کلام مفہوم تبعی (ثانوی معنی) پر دلالت کرے، کلام کے مفہوم تبعی پر دلالت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس مقصد کے حصول کیلئے کلام جاری ہوا ہے یہ کلام اس پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ مزید بھی ایک مفہوم کو جنم دیتا ہے، یہ مفہوم ثانی، مفہوم تبعی کہلاتا ہے

مفہوم اصلی کا معاملہ تو بالکل واضح ہے کہ کلام کے ذریعہ مفہوم اصلی کا ارادہ کیا گیا ہوتا ہے مگر مفہوم تبعی ثانوی سے احکام کے استفادہ کی بابت اختلاف ہے۔ علماء کا ایک طبقہ تو مفہوم تبعی سے استفادۂ احکام کا اقرار کرتا ہے مگر علماء کا دوسرا طبقہ اس کا انکار کرتا ہے ہر دو طبقات کے استدلالات حسب ذیل ہیں۔(1)

---

(3) الشاطبی، الموافقات ، المجلد الاول ص69/2

(1) الشاطبی، الموافقات ، المجلد الاول ص72/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## i مفہوم ثانوی/تبعی سے استفادۂ احکام کرنے والوں کے مستدلات

﴿الف﴾ حضور نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی بابت ارشاد فرمایا

''ما رأیت من ناقصات عقل و دین''(2)

یعنی عورتوں سے بڑھ کر عقل اور دین میں کمی والا میں کسی کو نہیں دیکھتا۔

اس حدیث کا مفہوم اصلی خواتین کے دینی نقصان کو واضح کرنا ہے کہ عورت اپنے ماہانہ عارضہ کی وجہ سے اپنی زندگی کا ایک حصہ دینی مشاغل کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ مگر امام شافعی نے حدیث مذکور کے مفہوم تبعی/معنی ثانوی کی طرف توجہ کرتے ہوئے ایک حکم کا اثبات کیا ہے اور وہ یہ کہ عورت کے حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے کیونکہ حدیث مذکور میں عورت کی عمر کے آدھے حصے کو دینی مشاغل (جیسے نماز، روزہ) سے الگ تھلگ قرار دیا گیا ہے۔

﴿ب﴾ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن مقدس میں ایک مقام پر بچے کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ (اڑھائی سال) بیان کی ہے اور دوسرے مقام پر فقط دودھ چھڑانے کی مدت دو سال کو بیان کیا ہے۔ آیات بالترتیب ذیل ہیں۔

{ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا }(3)

یعنی اور بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس ماہ میں ہوتا ہے۔

{ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ }(4)

یعنی اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوتا ہے۔

---

(2) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم رقم 298ص116/1

(3) الاحقاف، 15:46

(4) لقمان، 14:31

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پہلی آیت میں حمل اور بچے کے دودھ چھوڑنے کی مدت کو اکٹھا بیان کرنا مفہوم اصلی ہے اور دوسری آیت میں بچے کے دودھ چھوڑنے کی مدت (دوسال) کو ظاہر کرنا مفہوم اصلی ہے۔ دونوں آیات کو ملا کر حمل کی بابت جو مفہوم نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔

مذکورہ آیات سے حمل کی کم از کم مدت کا چھ ماہ قرار پانا یہ مفہوم ثانی کے طور پر ہے۔

﴿ج﴾ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن مقدس میں ماہِ صیام میں اطلاع فجر تک خاوند اور بیوی کو صنفی اختلاط کی اجازت دی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ}(1)

یعنی تو اب ان سے صحبت کرو اور اللہ نے جو تمہارے نصیب میں لکھا ہے اسے طلب کرو اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے فجر کا سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے سے الگ ہو جائے۔

مفہوم ثانی کے طور پر معلوم ہوا کہ جنبی کا حالتِ جنب میں صبح کرنا اور جنبی کا روزہ رکھنا جائز ہے۔ آیت مذکورہ اگرچہ لائی تو اس لئے گئی ہے کہ اہل اسلام کو رمضان المبارک کی راتوں میں اپنے ازواج کے ساتھ صنفی ملاعبت کی اجازت سے آگاہ کر دیا جائے (یہی مفہوم اول ہے) مگر مفہوم ثانی کے طور پر جُنبی کے صبح کرنے اور روزہ رکھنے کا جواز بھی دستیاب ہو گیا۔ مفہوم ثانی سے استفادہ حکم کی یہ چند مثالیں تھیں اگرچہ علاوہ ازیں بہت سی مثالیں مزید بھی ہیں۔

---

(1) البقرہ، 187:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ii مفہوم ثانی سے استفادۂ احکام نہ کرنے والوں کا قول فیصل

علماء کا دوسرا طبقہ مفہوم ثانی سے استفادۂ حکم کا انکار کرتا ہے تاہم مفہوم ثانی اگر مفہوم اول کی تائید کر رہا ہو اور مفہوم اول کے لئے بطور خادم کے ہو تو پھر مفہوم ثانی سے استفادۂ حکم میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا }(2)

یعنی اور جس بستی میں ہم تھے آپ اس سے پوچھ لیجئے۔

آیت مذکورہ کا مفہوم اول تو بستی والوں سے سوال کرنا ہے مگر سوال کا کامل حق ادا کرنے کی غرض سے از راہِ مبالغہ نفسِ بستی سے سوال کرنے کو کہا گیا ہے اور یہ مفہوم تبعی ہے، یہ مفہوم تبعی و ثانوی چونکہ مفہوم اول میں قوت وزور پیدا کر رہا ہے لہذا اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔(3) علماء کا یہ دوسرا طبقہ پہلے علماء کے مستدلات کے جوابات دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ ”جہاں تک شوافع کا استدلال ہے کہ مدت حیض زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہے، جس حدیث سے شوافع یہ استدلال کرتے ہیں یہ استدلال درست نہیں ہے اگر استدلال درست ہوتا تو احناف بھی زیادہ سے زیادہ مدت حیض پندرہ دن ہی قرار دیتے، دس دن قرار نہ دیتے اور جہاں تک مدتِ حمل کو مفہوم ثانی سے متعین کرنے کا مسئلہ ہے یہ مفہوم ثانی سے تو متعین ہوئی بھی نہیں بلکہ مفہوم اول سے ہی یہ سمجھا جا رہا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے۔ جنبی کے صبح کرنے اور حالت جُنب میں صحتِ روزہ پر استدلال یہ بھی کوئی مفہوم ثانی سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ یہ تو مفہوم اول ہی کا تقاضا تھا جسے ”اقتضاء النص“ بھی کہا جاسکتا ہے۔

(2) یوسف، 82:12

(3) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول ص 76/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


امام شاطبی علماء کرام کے دوسرے گروہ کی فکر کو ترجیح دیتے ہیں کہ کلام کی دوسری جہت جو کہ تبعی معنی پر دلالت کرتی ہے اس جہت کی کسی زائد شرعی حکم پر ہرگز دلالت نہ ہوگی۔

" وظهر ان الاقوىٰ من الجهتين جهة المانعين فاقتضىٰ الحال ان الجهة الثانية وهى الدلالةُ على المعنى التبعى لا دلالة لها على حكم شرعى زائد البته } (1)

یعنی ظاہر ہو گیا کہ مفہوم ثانی کی دونوں جہتوں میں سے مانعین کی جہت (یہ کہ مفہوم ثانی سے استفادۂ حکم درست نہیں ہے الا یہ کہ مفہوم ثانی مفہوم اول کیلئے تاکید بن رہا ہو) قوی ہے حال کا تقاضا یہ ٹھہرا کہ جہت ثانیہ جو کہ معنیٰ تبعی پر دلالت کرتی ہے کسی زائد حکم شرعی پر دلالت نہ کرے۔

(1) الشاطبی ، الموافقات،الملجد الاول ، ص78/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## iii کلام سے ظاہر، مفہوم ثانوی سے آداب شریعہ اور اخلاق حسنہ کا استفادہ

جب کلام اصلی معنی سے بڑھ کر زائد معنی (مفہوم ثانی) پر دلالت کر رہا ہو اور وہ زائد معنی آدابِ شریعہ اور اخلاق حسنہ سے متعلق ہو تو اس زائد معنی سے استفادہ کیا جائے گا تاکہ شریعت میں اس کا اعتبار ہو سکے اس لحاظ سے مفہوم ثانی استفادۂ احکام سے مطلقا خالی نہیں ہوتا بلکہ اگر مفہوم ثانی میں ظاہر ہونے والے احکام کا تعلق آداب شریعت اور اخلاق حسنہ سے ہو تو ان مستفاد احکام کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل مثالوں سے واضح ہے۔

**پہلی مثال**

قرآن حکیم میں جہاں کہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے مخاطب ہوتا ہے وہاں حرفِ ندا (یا) کو ظاہر رکھا گیا ہے، محذوف نہیں رکھا گیا۔ مثلا

{ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ }(2)

یعنی اے مجھ پر ایمان لانے والے بندوں میری زمین وسیع ہے۔

{ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ }(3)

یعنی آپ کہہ دیجئے میرے وہ بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔

{ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا }(4)

یعنی آپ کہہ دیجئے اے لوگو میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں

اور قرآن حکیم میں جہاں کہیں بندوں کی طرف سے اللہ جل جلالہ کیلئے ندا کو ذکر کیا گیا ہے تو وہاں حرفِ ندا کو ظاہر نہیں رکھا گیا بلکہ محذوف کر دیا گیا ہے۔ مثلا

---

(2) العنکبوت، 56:29

(3) الزمر، 53:39

(4) الاعراف، 158:7

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


1 { رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ---- }(1)

یعنی ہمارے پروردگار! ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈالنا جتنا کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا

2 { رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا }(2)

یعنی ہمارے پروردگار! یہ جو تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔

3 { وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ }(3)

یعنی اور جب انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہ وہی حق ہے جو تیری طرف سے ہے۔

مذکورہ آیات سے مفہومِ ثانی کے طور پر جو آداب میسر آتے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو خطاب فرماتے ہوئے، حرف ندا کو استعمال کیا ہے جو ایسی ذات کیلئے تنبیہ ہے جس میں غفلت اعراض اور غیبت پائی جاتی ہے اور وہ بھولنے، بھٹکنے والا انسان ہی ہے اس میں اللہ جل جلالہ کی عظمت کا اظہار بھی ہے کہ وہ تمام عیوب و نقائص سے مبرا ہوتے ہوئے بھی بھٹکے ہوئے انسان سے رابطہ کر رہا ہے۔

2۔ بندوں کی طرف سے اللہ جل جلالہ کے ساتھ رابطہ کیلئے حرف ندا ''یا'' کو استعمال نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی قربت کے احساس کو ظاہر کرتا ہے کیوں کہ حرف ندا کا استعمال ذات سے دور شخص کیلئے کیا جاتا ہے (خواہ وہ کم دور ہو یا زیادہ دور ہو) نیز یہ کہ حرفِ ندا تنبیہ کیلئے استعمال ہوتا ہے جبکہ اللہ جل جلالہ انسانوں کی تنبیہہ سے مبرا و منزہ ہے۔

3۔ رب ذوالجلال کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے بندے کی طرف سے بالعموم لفظ ''رب'' استعمال کیا گیا ہے، اور اس کے بعد وہ اپنی حالت کی درستی کا طلب گار ہوتا ہے، ندا کی صورت میں لفظ ''رب'' کے استعمال میں اس امر کی جانب تعلیم و تنبیہ ہے کہ جسے پکارا جانا مطلوب ہو اس کے حال کے

---

(1) البقرہ، 286:2

(2) آل عمران، 8:3

(3) انفال، 32:8

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مناسب لفظ کو استعمال کیا جائے۔ بندے کی جانب سے اللہ تعالیٰ کیلئے "ربنا" جیسے لفظ کا استعمال در اصل یہ رغبت کی پکار کا آئینہ دار ہے۔(4)

## دوسری مثال

قرآن مقدس میں اللہ جل جلالہ نے بعض مقامات پر صریح کلمات کو استعمال نہیں کیا بلکہ کنایہ کے ساتھ کلام عطا فرمایا ہے کنایات استعمال کرنے سے جو بات مفہوم ثانی کے طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صریح الفاظ کو استعمال کرنے سے جب حیا آڑے آئے تو کنایہ کو استعمال کر لیا جاتا ہے، جیسے جماع کیلئے لمس اور مباشرت کے الفاظ کنایۃً استعمال کئے گئے ہیں۔ قضائے حاجت کیلئے غائط (دیوار)(1) سے آنے کے لفظ کو کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔

## تیسری مثال

قرآن مقدس کا اسلوب ہے کہ کلام میں کبھی غیبوبت سے حضور کی طرف اور کبھی حضور سے غیبوبیت کی طرف انتقال ہوتا ہے۔

مفہوم ثانی کے طور پر میسر آداب لائق توجہ ہیں۔

﴿الف﴾ سورہ فاتحہ غیبوبت سے حضور کی طرف انتقال کا بہترین نمونہ ہے، قاری غیبوبت سے ابتداء کرتا ہے اور "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْن "(2) اور اس کے بعد والے جملوں کی ادائی کے وقت حضور کی جانب بڑھ رہا ہوتا ہے، یہ قاری کے فرقت کے کیفیت کو قربت کے ذوق سے آشنا کرتا ہے۔

﴿ب﴾ سورۂ عبس میں بھی کلام کا رُخ غیبوبت سے حضور کی طرف بڑھا ہے۔

{ عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى }(3)

---

(4) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول ص 79/2
(1) النساء، 43:4
(2) الفاتحہ، 4:1
(3) عبس، 2,1:80

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یعنی اُس نے تیوری چڑھائی اور منہ موڑ لیا اس پر کہ ان کے پاس ایک اندھا آیا۔ اور تمہیں کیا معلوم شاید کہ وہ ستھرا ہو۔

نابینا شخص کے آنے پر حضور ﷺ کے تیور بدلنے پر اللہ تعالیٰ نے جو حضور ﷺ کو ان کی شان کے شایاں عتاب فرمائی اگرچہ بہت ہی خفیف تھی مگر رب ذوالجلال نے عتاب میں مزید تخفیف کیلئے جب کلام کا رخ خطاب کر طرف موڑ دیا تو ابتداء مذکور عتاب میں مزید تخفیف ہوگئی۔

## چوتھی مثال

ہر شئی کا خالق و مالک اللہ جل جلالہ ہے مگر قرآن مقدس میں جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کی مالکیت و خالقیت کا ذکر کیا گیا ہے وہاں خیر کی مالکیت ہی مذکور ہے شر کے خلق ہونے کا اظہار نہیں کیا گیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ }(4)

یعنی آپ کہہ دیجئے اے اللہ ملک کے مالک، تو ہی جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے

اس کے بعد فرمایا "بیدك الخیر" (بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے) اور یہ نہیں فرمایا بھلائی اور برائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ حالانکہ یہ دونوں قسمیں ایک ساتھ ہی واقع ہوتی ہیں اگر ایک شخص کو بادشاہت مل رہی ہوتی ہے تو دوسرے سے چھن رہی ہوتی ہے بایں ہمہ ادب کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا گیا اور خیر کی نسبت اللہ جل جلالہ کی طرف کی گئی اور "شر" میں مبتلا اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے مگر بارگاہِ صمدیت کے احترام کی وجہ سے شر کا انتساب اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کیا گیا۔ اجمالاً یہ انتساب "انك علی كل شئ قدیر (بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے) کے تحت اللہ تعالیٰ کی طرف کر بھی دیا گیا ہے۔ امر مذکور سے کلام کے مفہوم ثانی کی اہمیت واضح ہوگئی۔(1)

---

(4) اٰل عمران ، 26:3
(1) الشاطبی، الموافقات ، المجلد الاول ص80/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# تکلیف المکلّف

## i مفہوم

وضع شریعت سے شارع کا مقصد مکلّف کی طاقت کے مطابق اسے شرعی ضابطوں کا پابند بنانا ہے، جس امر کو بجالانے کی مکلّف میں استعداد ولیاقت نہیں ہے مکلّف سے اس امر کی تعمیل کا تقاضا شرعاً درست نہیں ہے اس مفہوم کی وضاحت میں علامہ شاطبی رقمطراز ہیں۔

"ثبت فی الاصول ان شرط التکلیف او سببه القدرة علی المکلف به فما لا قدرة للمکلف علیه لا یصح التکلیف به شرعا و ان جاز عقلا"(1)

یعنی علم الاصول میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ تکلیف کی شرط یا اسکا سبب مکلّف کا امر تکلیفی پر قدرت رکھنا ہے جس کام پر مکلّف کو قدرت نہ ہوگی ایسے کام کی تکلیف شرعاً درست نہیں خواہ عقلاً جائز ہو۔

## ii مشروعیت

قرآن وسنت میں مکلفین کو اُنہی امور کے بجالانے کا پابند بنایا گیا ہے جو کہ مکلفین کی استطاعت ہیں، مثلاً

﴿الف﴾ { وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ }(2)

یعنی تم صرف اس حالت میں مرنا کہ تم مسلمان ہو۔

(تکلیف کیلئے موت سے پہلے اسلام لانے کی مثال ہے)

---

(1) شاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص 82/2

(2) البقرہ ، 132:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


﴿ب﴾ ''کن عبد اللّٰہ المقتول ولا تکن عبد اللہ القاتل ''(3)

یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ رہتے ہوئے مقتول بن جا لیکن قاتل نہ بن۔

(تکلیف کیلئے ترک قتل کا پابند کرنا ہے۔)

﴿ج﴾ {وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَاباً كَبِيْراً}(4)

اور تم میں سے جو کوئی ظلم کرے گا اُسے ہم بہت بڑا عذاب دیں گے۔

(تکلیف کیلئے ظالم نہ بننے کا حکم دیا اسلام لانا، ترک قتل، ترک ظلم انسان کی استطاعت میں ہے)

iii امام شاطبی نے'' قصد الشارع فی وضع الشریعہ للتکلیف بمقتاضا ھا'' کے ضمن میں چند مسائل کو ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں

﴿الف﴾ تکلیف مالا یطاق

(بندے کے غیر اختیاری امور میں بندے کو ان کے بجالانے کا پابند کرنا)

1۔امور تکلیفیہ کے ذریعہ انسان کے طبع زاد اوصاف جیسے کھانا، پینا، سونا، اور فطری اوصاف جیسے موٹا، پتلا، لمبا، پست قد ہونا کا ازالہ مقصود نہیں ہے کیوں کہ اگر کسی شخص سے یہ مطالبہ کر دیا جائے کہ تو نے کبھی سونا نہیں ہے یا کبھی بھی کھانا اور پینا نہیں ہے یا یہ کہ تو پست قد ہے لمبا ہو جا، یا لمبا ہے تو پست قد ہو جا، یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

2۔ شریعت کسی شخص کو ایسے عمل کی تکلیف کا پابند نہیں کرتی جو کہ اس شخص کے بس میں نہ ہو ۔انسان میں کچھ ایسے اوصاف بھی پائے جاتے ہیں جو کہ طبعی اوصاف سے مماثلت رکھتے ہیں تو ان کا حکم بھی طبعی اوصاف جیسا ہی ہوگا۔(1)

---

(3) مناوی نے اس حدیث کو اپنی کتاب'' المجموع الفائق ''میں ذکر کیا ہے۔امام الحرمین نے اسے نہایہ میں صحیح قرار دیا ہے جبکہ ابن الصلاح نے کتب معتمد میں اس کے وجود کا انکار کیا ہے۔

(عبداللہ دراز، حاشیہ الموافقات)

(4) الفرقان 19:25

(1) الشاطبی ، الموافقات ، ، المجلد الاول ، ص 83/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


3۔ شارع نے مکلّف سے جن امور کی بجا آوری کا مطالبہ کیا ہے اُس کی تین قسمیں ہیں۔

## پہلی قسم

وہ امور جو کسب مکلّف کے تحت داخل نہ ہوں، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ }(2)

یعنی تم صرف اس حالت میں مرنا کہ تم مسلمان ہو۔

اس قسم کا حکم یہ ہے کہ شارع کو مکلّف سے کسی ایسے امر کی طلب نہیں ہوتی کہ جس کی ادائیگی اُس مکلّف کے بس کا روگ ہی نہ ہو تاہم مطلوب وہ ہے جو کہ مکلّف کی استطاعت میں ہو، اس کے عمل سے متعلق ہو، انہیں غیر کسبی امور کہا جاتا ہے۔

## دوسری قسم

وہ امور (مکلّف بہ) ہیں جو مکلّف کے کسب کے تحت داخل ہوں، اس قسم کا حکم یہ ہے کہ مکلّف سے ان مکلّف بہ اُمور کی بجا آوری شارع کو مطلوب ہے، خواہ وہ مکلّف بہ امور/ افعال فی نفسہ مطلوب ہوں یا کسی دوسرے فعل کیلئے مطلوب ہوں۔ ایسے امور/ افعال کو کسبی امور/ افعال کہا جاتا ہے۔

## تیسری قسم

وہ امور/افعال ہیں جو کہ مشتبہ ہیں، ان امور کا اشتباہ یہ ہے کہ کبھی تو یہ کسبی معاملات میں شمار ہوتے ہیں اور کبھی غیر کسبی یعنی تکلیف مالا یطاق میں شمار ہوتے ہیں۔ مشتبہ امور جس وقت کسبی امور سے متعلق ہوں تو ان کی بجا آوری مطلوب ہوتی ہے، شریعت مکلّف بہ امور کے سرانجام دینے کا تقاضا کرتی ہے اور جس وقت مشتبہ اُمور، امور مالا یطاق میں شامل ہوں، تو مکلّف ان امور کی ادائیگی کا ذمہ دار نہیں ہے(3)

---

(2) البقرہ، 132:2

(3) الشاطبی، م۔ن، المجلد الاول، ص 84/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


﴿ب﴾ " التکلیف بما فیہ مشقۃ " (جس ذمہ داری میں مشقت ہو اسے بجا لانے کا پابند بنانا) کا شرعی حکم

اس وضاحت کے بعد کہ تکلیف مالا یطاق کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے، یہ امر لائق توجہ ہے کہ جن ماموارت کی ادائیگی میں مکلّف بے بس تو نہ ہو مگر ماموارت کی ادائیگی میں مکلّف پر بار گراں ضرور پڑتا ہو، اس کا حکم درج ذیل ہے۔

جن امور کی ادائیگی میں مشقت ہو، تکلیف شدیدہ ہو شریعت نے ان امور کی ادائیگی پر زور نہیں دیا ہے چنانچہ امام شاطبی نے جن نصوص کا حوالہ دیا ہے۔ وہ یہ ہیں

{ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ }(1)

یعنی یہ پیغمبران پر سے ان کے بوجھ اُتارتا ہے اور وہ طوق بھی اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے

امام شاطبی نے متعدد دوسری آیات سے بھی استشہاد کیا ہے۔(2)

پیش کردہ آیات کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں یسر و سہولت ہے، سماحت اس کا امتیاز ہے اسلامی شریعت میں مشقت نہیں ہے تاہم شریعت کے احکام پر عمل کرنے میں جو محنت کرنا پڑتی ہے اُسے مشقت نہیں کہا جا سکتا۔(3)

---

(1) الاعراف ، 157:7

(2) البقرہ ، 286:2

الحج ، 78:22

النساء ، 28:4

المائدہ ، 6:5

(3) **شاطبی ، الموافقات ، ، المجلد الاول ، ص 93/2**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# تکالیف شرعیہ کا مقصد

تکالیف شرعیہ کا مقصد نفسانی خواہشات کی مخالفت میں مشقت اختیار کرنا ہے، نفسانی خواہشات کی تکمیل میں انسان لذت کا احساس کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ نفسانی خواہشات کی مخالفت مکلّف پر نہایت گراں گزرتی ہے اور انہیں چھوڑنا انسان کیلئے مشکل ہو جاتا ہے، خواہشات نفسانی کے پیروکار بعض اوقات اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ مال و دولت، عزت و آبرو اور مقام و مسند کو قربان کر کے بھی اگر نفسانی خواہشات کے تکمیل کر لیں تو اسے عظمت سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کی بابت ہی اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔

{ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ }(1)

یعنی بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اس کے علم کے باوجود اللہ نے اُسے گمراہ کر دیا ہے۔

{اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ }(2)

یعنی وہ لوگ تو صرف ظن اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

{ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ }(3)

یعنی کیا پس وہ شخص جو اپنے پروردگار ( کی عنایت سے ) کھلی راہ (ہدایت) پر چل رہا ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے برے اعمال اُسے اچھے کر کے دکھلائے جائیں اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگ جائیں۔

---

(1) الجاثیہ ، 23:45

(2) النجم ، 23:53

(3) محمد ، 14:47

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


وضع شریعت کا مقصد فقط یہی ہے کہ مکلّف کو اس کی نفسانی خواہشات کے چکر سے نکالا جائے تا کہ وہ اس سفلی عمل سے بچ کر اللہ جل جلالہ کا بندہ بن جائے اس سے معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کی سرکوبی میں ایسی مشقت میں انسان کو مبتلا کرنا شرعی مقصد ہے۔احکام کی بجا آوری میں خواہشات نفسانی کی مخالفت کو ایسی مشقت قرار نہیں دیا جاسکتا کہ جو مشقت اعمال میں تخفیف کا باعث بنے۔ (4)

(4) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص 116/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# عادی اور غیر عادی مشقتوں کا حکم

## i امورِ تکلیفیہ کی تعمیل میں دو طرح کی مشقتیں ظاہر ہو سکتی ہیں

### ﴿الف﴾ غیر عادی مشقت

مکلّف کو کسی حکم کی بجا آوری میں کسی ایسی تکلیف کا پہنچنا کہ جو معمول کی تکلیفوں سے زیادہ ہو اور اس تکلیف کی وجہ سے دینی یا دنیوی فساد لاحق ہوتا ہو تو ایسی تکلیف کو غیر عادی مشقت کہا جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ اس غیر عادی مشقت کو رفع کرنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس معمول بہ پر عمل کیلئے کسی غیر عادی مشقت سے گزرنا پڑے تو شریعت دخیل ہو کر آسانی پیدا کر دیتی ہے۔ (جیسے وضو کرنے سے اگر عضو تلف ہونے کا اندیشہ غالب ہو تو شریعت تیمّم کا حکم دیتی ہے اس طرح شریعت نے غیر عادی مشقت کا رفع کر دیا)

### ﴿ب﴾ عادی مشقت

کسی شرعی حکم کو سرانجام دیتے ہوئے ایسی تکلیف کا پہنچنا کہ جو معمول کی تکلیف ہی ہو، معمول سے خارج نہ ہو، عادی مشقت کہلاتی ہے شارع نے نہ تو ایسی مشقت کا ارادہ کیا ہے (کہ کسی مکلّف کو ایسی مشقت میں گرفتار کرنا ہی مقصد ہو) اور نہ ہی ایسی مشقت کو رفع کرنے کا ارادہ کیا ہے (کہ کسی مکلّف کو اتنی سے بھی تکلیف نہ اُٹھانا پڑے) کیوں کہ اگر شریعت نے عادی مشقت کو رفع کرنے کا ارادہ کیا ہوتا تو دراصل یہ مکلّف بہ عمل کو جڑ سے ختم کرنے کا ارادہ ہوتا کیوں کہ ہر عمل کرنے سے تھوڑی بہت مشقت تو لاحق ہوتی ہی ہے، اور ایسی مشقت کے رفع کا تقاضا، حقیقت میں معمول بہ / مامور بہ کے خاتمہ کا تقاضا ہی قرار پاتا اور یہ بات غلط ہے، تاہم عادی مشقتیں متفاوت ہیں کسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


عمل کو سرانجام دینے میں مشقت کم ہوتی ہے اور کسی عمل کو سرانجام دینے میں مشقت زیادہ ہوتی ہے جیسے روزوں کی مشقت، نماز کی مشقت کی بہ نسبت زیادہ ہے، حج کی مشقت روزوں کی مشقت سے زیادہ ہے اور جہاد کی مشقت ان تمام اعمال میں پائی جانے والی مشقتوں سے زیادہ ہے، اسی طرح دیگر اعمال کی صورت حال ہے۔ اعمال تکلیفیہ میں مشقت جہاں تک بھی پہنچ جائے وہ مشقت عادیہ ہی ہوگی۔

حالات و واقعات، زمان و مکان بھی مشقتوں میں تفاوت پیدا کرتے ہیں مثلاً سردیوں کی صبح میں کامل وضوء کرنے کی مشقت گرمیوں کی صبح میں وضوء کرنے کی مشقت سے زیادہ ہے پانی کی غیر موجودگی میں پانی تلاش کر کے کنویں سے نکالنے کی مشقت زیادہ ہے، بہ نسبت اُس مشقت کے جو پانی کی موجودگی میں پانی پر قدرت رکھتے ہوئے وضوء کرنے میں واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح چھوٹی راتوں میں اُٹھ کر صبح کی نماز ادا کرنے کی مشقت لمبی راتوں میں صبح کی نماز ادا کرنے کی مشقت کی بہ نسبت زیادہ ہے با ایں ہمہ یہ زیادہ مشقت عادی مشقت کے دائرہ میں ہی ہے، شریعت اسلامیہ نہ تو اس مشقت کا مطالبہ کرتی ہے اور نہ ہی اس کے رفع (ختم کرنے) کا حکم دیتی ہے۔(1)

اللہ جل جلالہ نے قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر اہل اسلام پر نازل ہونے والی مصیبتوں، شدائد، آزمائشوں، زلزلوں اور جنگوں کو عادی مشقتیں ہی قرار دیا ہے اور معمول بہ مشقتوں سے خارج نہیں کیا ہے۔

{ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ }(1)

یعنی اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے تو جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچے تو لوگوں کی اس ایذاء رسانی کو یوں سمجھنے لگے جیسے اللہ کا عذاب ہو۔

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص 119,118/2
(1) العنکبوت،10:29

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


(لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو عادی مشقت قرار دیا گیا ہے)

2۔{ الٓمّٓ o اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ }(2)

یعنی الم o کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف یہ کہنے پر ہی چھوڑ دیا جائے گا کہ "ہم ایمان لائے" اور انہیں آزمایا نہ جائے گا۔

یعنی آزمائشی تکلیف کو عادی مشقت میں شامل رکھا گیا ہے۔

3۔ { وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا ھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا }(3)

یعنی اور جب نگاہیں پھر گئیں اور دل پسلیوں تک پہنچ گئے تھے اور تم اللہ کے متعلق گونا گوں گمان کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر مومنوں کو آزمایا گیا اور وہ شدید طور پر ہلا ڈالے گئے۔

(شدید نقصانات کو عادی مشقتوں میں ہی شامل رکھ کر اہل اسلام کو مبتلا کیا گیا)

4۔ حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھی جب غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ گفتگو کرنے سے روک دیا تھا کیوں کہ ان کی بات حکم الٰہی کی انتظار تھی۔ حضرت کعب بن مالک اور آپ کے ساتھی شدید ترین تکلیف سے گذر رہے تھے یہاں تک کہ قرآن مقدس نے بھی ان کی تکلیف کی شدت کا احساس ان کلمات سے دلایا۔

{ حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ }(4)

یعنی یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں۔

ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس تکلیف کو غیر عادی مشقت قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ یہ عادی مشقت ہی تھی مگر عام مشقتوں سے زیادہ سخت مشقت تھی۔

---

(2) العنکبوت، 1:29

(3) الاحزاب ، 10:33

(4) التوبہ، 118:9

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# تکالیف شرعیہ میں اعتدال وتوازن

تکالیف شرعیہ میں اعتدال وتوازن کو برقرار رکھا گیا ہے۔

تکالیف شرعیہ میں شریعت توازن کو برقرار رکھتی ہے مکلّف کو کسی ایسی تکلیف میں مبتلا نہیں کرتی کہ مکلّف اس کی وسعت نہ رکھتا ہو اللہ جل جلالہ نے اپنے بندوں سے ایسے امور کی بجا آوری کا تقاضا کیا ہے، جو مکلّف کو توازن بخشتے ہیں۔ ہر وہ عمل جو بندے میں توازن پیدا کر سکتا تھا بندے کو اگر اس کی خبر نہیں بھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دے دیا جیسے مکلفین خرچ کرنے کی بابت پوچھتے تھے کہ وہ کیا خرچ کریں (1) اسی طرح شراب اور جوا کی بابت استفسار کیا کرتے تھے (2) غرض یہ کہ شریعت اسلامیہ نے ایسا معتدل طریقہ تجویز کیا ہے کہ جس پر عمل کر کے مکلّف دین ودنیا کی تمام خوبیوں کو سمیٹ سکتا ہے، شریعت اسلامیہ ایک ہمدرد طبیب کا کردار ادا کرتی ہے۔ جو مریض کی اخلاط کو متوازن کرنے کیلئے دوا دیتا ہے۔ کبھی کم کر دیتا ہے اور کبھی زیادہ۔ (3) مکلفین کو متوازن رکھنے کیلئے اللہ جل جلالہ کے تدریجی مراحل کو حسب ذیل میں دیکھا جا سکتا ہے۔

﴿الف﴾ تکالیف کے ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو خطاب کیا تو انہیں ان پاکیزہ اشیاء اور مصالح سے متعارف کرایا جو ان پر انعام کو رکھی ہیں تا کہ وہ انعامات سے فوائد حاصل کر سکیں۔ چنانچہ ان اشیاء میں تصرف کا پورا اختیار انسانوں کو فراہم کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ }(4)

(1) البقرہ، 215:2
(2) البقرہ، 219:2
(3) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص124/2
(4) البقرہ، 22:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یعنی جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کیلئے انواع واقسام کے میوے پیدا کئے ہیں۔

مزید فرمایا

{اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ }(5)

یعنی اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا پھر اُس نے تمہارے کھانے کیلئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں کو تمہارے تابع کر دیا کہ وہ اللہ کے حکم سے دریا میں چلیں (بندوں پر انعامات کے حوالہ سے بہت سی قرآنی آیات ہیں)

(ب) اللہ تعالیٰ نے مکلفین کیلئے نعمتوں کا اظہار کرنے کے بعد ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ایمان لائیں تو یہ ساری نعمتیں اُنہیں ملیں گی اور اگر وہ اپنی سابقہ حالت پر کفر کرتے رہیں تو انہیں عذاب دیا جائے گا جب لوگ اپنی کافرانہ روش پر چلنے لگے اور سچائی کے ٹھوس دلائل کو مسترد کر کے اس بے ثبات زندگی پر اترانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بگڑے ہوئے توازن کو درست کرنے کیلئے فرمایا۔

{اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ }(1)

یعنی دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی طرح ہے جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔

مزید فرمایا

{وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ }(2)

---

(5) ابراھیم ، 32:14

(1) یونس ، 24:10

(2) عنکبوت، 64:29

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یعنی اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور ہمیشہ کی زندگی تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ لوگ جانتے ہوتے۔

﴿ج﴾ اللہ تعالیٰ نے اسلام لانے والوں کو نعمتوں سے خوب متمتع ہونے کا حکم دیا۔

{قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ }(3)

یعنی آپ ان سے پوچھئے کہ جو زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کیلئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔

﴿د﴾ اس حکم کے بعد اہل اسلام کو متوازن رکھنے اور دنیا داری میں ہی لگ جانے سے بچانے کیلئے دنیا کی دلکشیوں میں کھو جانے سے بچنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

( ان مما اتخوف علیکم ما فتحت لکم زھرات الدنیا)(4)

یعنی میں جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ تم پر دنیا کی رونقیں کھول دی جائیں گی۔

اور اللہ جل جلالہ نے اس توازن کو درست رکھنے کیلئے فرمایا۔

{يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا }(5)

یعنی اے پیغمبر پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

مزید فرمایا

{اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ }(1)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا ان کیلئے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

(3) الاعراف، 32:7
(4) معمر بن راشد، جامع، ج2ص261
(5) المومنون، 51:23
(1) الانعام، 82:6

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


﴿ھ﴾ اللہ جل جلالہ نے جب دنیا اور دنیا کی دلکشیوں کی مذمت فرمائی تو بعض صحابہ کرام نے دنیا و مافیہا سے الگ تھلگ ہونے کا ارادہ کرلیا عورتوں اور لذات دنیا سے کنارہ کشی کی ٹھان لی تو رسول اکرم ﷺ نے ان کے افطار میں توازن پیدا کرنے کیلئے ، بے جا اور فضول پابندیوں سے دست کش کرنے کی خاطر ارشاد فرمایا۔

**( فمن رغب عن سنتی فلیس منی ) (2)**

یعنی جس نے میرے طریقہ سے منہ پھیرا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

غرض یہ کہ اعتدال وتوازن شریعت اسلامیہ کی عظیم خوبی ہے، اگر دین کی کسی معتبر شخصیت سے کبھی یہ محسوس ہو کہ وہ توازن کو چھوڑ کر ایک جانب جھک گئے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ کسی متوقع خطرے کے پیش نظر یہ ایک جانب جھکے ہوں گے، مشتبہ اُمور سے اجتناب اور زہد وتقویٰ کو اختیار کرنے کو بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی سمجھا جائے۔

---

(2) البخاری ،الجامع الصحیح ،کتاب النکاح ، باب الترغیب فی النکاح رقم 4776 ص1949/5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# تنظیم الھویٰ بحکم الالٰہ

شارع اپنے بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس شرعی نظام میں اس طرح داخل ہو جائیں کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر خالص اللہ کے بندے بن جائیں۔اپنی رضا کو رضاءِ الٰہی میں گم کردیں، بندوں کے تمام افعال اللہ کے حکم کے تابع ہوں۔یہ بندے (مکلفین) جس طرح اضطراراً اس کے بندے ہیں اختیاراً بھی اس کے بندے بن جائیں (1)۔اس امر پر امام شاطبی نے متعدد دلائل ذکر کئے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ بندے سے اظہار بندگی چاہتا ہے

امام شاطبی کا کہنا ہے واضح نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ اوامر ونواہی کے مطابق زندگی بسر کریں۔اس پر امام شاطبی نے قرآن مقدس سے متعدد استدلالات ذکر کئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مَا اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ}(2)

یعنی میں نے جنوں اورانسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں میں اُن سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

(1) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص128/2

(2) الذاریات ، 57,56:51

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مزید فرمایا

{ وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ }(3)

یعنی اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دو اور خود اس پر ڈٹ جاؤ، ہم تجھ سے رزق کا سوال نہیں کرتے ہم تو خود تجھے رزق دیتے ہیں۔

مزید فرمایا

{ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ }(4)

یعنی اے لوگو اپنے اُس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

مزید فرمایا

{ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ }(1)

یعنی اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لینا (یہ) کوئی نیکی نہیں ہے اصل نیکی تو یہ ہے جو ایمان لائے، الی قولہ اور یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔

مزید فرمایا۔

{ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا }(2)

یعنی اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔

(3) طٰہ، 132:20
(4) البقرہ 21:2
(1) البقرہ، 177:2
(2) النساء، 36:4

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# خواہشاتِ نفس

## i خواہشاتِ نفس کی پیروی سے ممانعت

اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو نفسانی خواہشات کے زیر اثر کام کرنے سے منع کیا ہے اور راہِ ہدایت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، نفسانی خواہشات کی رو میں بہنے والوں کیلئے سزا اور راہِ ہدایت اختیار کرنے والوں کیلئے اجر و ثواب کا پیغام عطا فرمایا۔(3)

امام شاطبی نے متعدد آیات سے اس پر استدلال کیا ہے۔

{ یٰا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ، فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ }(4)

یعنی اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے، تم لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو، اور خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گا۔

مزید فرمایا

{ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى }(5)

یعنی جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

مزید فرمایا

{ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى }(1)

یعنی اور وہ (محمد ﷺ) خواہش نفس سے بات منہ سے نہیں نکالتے ہیں، یہ قرآن کریم تو اللہ کا حکم ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے

(3) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص 129/2
(4) ص، 26:38
(5) النزعات ، 37:79تا39
(1) النجم، 4,3:53

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مزید فرمایا

{ اَفَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ }(2)

یعنی بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا، اور علم کے باوجود اللہ نے اُسے گمراہ کر دیا ہے۔

مزید فرمایا

{ وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ }(3)

یعنی اور اگر حق ان کی خواہشات پر چلے تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب درہم برہم ہو جائیں۔

جملہ قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خواہشات کے پھندے سے نکال کر اپنی اطاعت میں لانا چاہتا ہے تا کہ زندگی کا بہاؤ فطرت سے ہم آہنگ ہو کر امن وسکون کا پیش خیمہ ہو سکے۔

## ii خواہشاتِ نفس کی پیروی میں کیئے گئے اعمال کا حکم

امام شاطبی کا کہنا ہے کہ خواہشات نفس کی پیروی کرنے، اغراض کے ساتھ چلتے رہنے سے کبھی بھی دین ودنیا کے مصالح حاصل نہیں ہو سکتے (4) تجربات بتاتے ہیں کہ خواہشات نفس کی تکمیل سے قتل وغارت اور ہلاکت کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ شریعت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے ہر دو طرح کے افراد اس بات پر متفق ہیں کہ دنیوی مصالح کی تکمیل بھی اسی صورت میں ممکن ہے کہ افراد نفسانی خواہشات کی تکمیل سے بچے رہیں۔

دنیا کی اصلاح کیلئے اس نظریہ (دین ودنیا کے مصالح کے حصول کیلئے نفسانی خواہشات کو ترک کر کے الہامی ہدایات کو اخذ کرنے) کا نام سیاستِ مدنیہ رکھا گیا ہے۔

---

(2) الجاثیہ، 23:45

(3) المومنون، 71:23

(4) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص 130/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## iii خواہشاتِ نفس کی تعمیل کی بابت چند ضابطے

یہ واضح کرنے کے بعد کہ مکلّف کے تمام افعال احکامِ شریعہ کے اِحاطہ میں ہیں امام شاطبی خواہشات نفس کی پیروی میں مکلّف کے افعال کی بابت چند ضابطے بیان کرتے ہیں۔

1۔ شارع کے امرونہی کی طرف دھیان دیئے بغیر محض اپنے نفس کی خواہش کے مطابق سر انجام دیا گیا عمل علی الاطلاق باطل ہے کیوں کہ اس عمل سے شارع کی پکار کا جواب نہیں ہے بلکہ تسکین نفس کا اہتمام کیا گیا ہے اس لئے اس عمل کے بلا اجروثواب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۔نفسانی خواہشات کے زیراثر کئے گئے عمل سے متعلق موطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت لائق توجہ ہے۔

” انك فی زمان کثیر فقهاء ہ ، قلیل قراء ہ ، تحفظ فیه حدود القرآن ،وتضیع حروفه ، قلیل من یسأل ، کثیر من یعطی یطیلون فیه الصلوۃ و یقصرون فیه الخطبة ، یبتدءون اعمالهم قبل اهواء هم و سیأتی علی الناس زمان ، قلیل فقهاء ہ ، کثیر قراؤہ تحفظ فیه حروف القرآن و تضیع حدودہ ، کثیر من یسأل ، قلیل من یعطی ، یطیلون فیه الخطبة و یقصرون الصلوۃ یبدء و ن فیه اهواء هم قبل اعمالهم “(1)

یعنی آپ ایک ایسے زمانہ میں ہیں جس میں فقیہ زیادہ ہیں اور قاری کم ہیں،اس زمانہ میں قرآن کی حدود کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کے حروف کا لحاظ نہیں رکھا جاتا،سوال کرنے والے کم اور دینے والے زیادہ ہیں ۔لوگ جمعہ کی نماز لمبی اور خطبہ مختصر کرتے ہیں اور اپنے اعمال اپنی خواہشات پیدا ہونے سے پہلے شروع کردیتے ہیں،اور عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں فقیہہ کم اور قاری زیادہ ہوں گے،قرآن کے حروف کی حفاظت کی جائے گی اور حدود کو ضائع کیا جائے گا،

(1) الدانی،السنن الواردۃ فی الفتن،ج1ص374

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


سائل زیادہ ہوں گے اور دینے والے کم ہوں گے لوگ جمعہ کا خطبہ لمبا کریں گے اور نماز مختصر کریں گے اور اعمال شروع کرنے سے پہلے ہی ان کی خواہشات اس میں شامل ہو جائیں گی۔

اتباع نفس کے زیر اثر عملی اقدامات وضع شریعت سے یکسر مختلف ہیں۔ دوران عمل جہاں کہیں بھی اتباع نفس کے زیر اثر اقدامات وضع شریعت سے متصادم ہوں گے وہیں نتیجہ بھیانک نکلے گا، بعض اوقات نفسانی خواہش عمل خیر کے ساتھ لپٹ کر بھی آجاتی ہے وہ اس طرح کہ ایک شخص کام تو اچھا کر رہا ہو مگر یہ اچھا کام امر ونہی شارع کی وجہ سے سرانجام نہ پا رہا ہو بلکہ نفس کی خواہش اس عمل کی بنیاد ہو یہ صورت بھی خطرناک ہے۔ اتباع نفس بوجوہ مذموم ہے۔

2 اتباع خواہش اوامر کو چھوڑنے اور نواہی کے ارتکاب کا سبب ہوتی ہے کیوں کہ اتباع خواہش وضع شریعت سے متصادم ہے۔

3 اتباع خواہش جب عادت بن جائے تو بسا اوقات نفس کی خواہش عملی اقدامات کے ساتھ ساتھ چلتی ہے بلکہ بعض اوقات مکلّف شرعی حکم کی بجا آوری میں پیچھے رہ جاتا ہے اور اس کی خواہش نفس آگے بڑھ جاتی ہے اور جب نفس تعمیل حکم میں پہلے ہو اور شرعی حکم کی بجا آوری کا احساس بعد میں ہو تو پھر یہ عمل اتباعِ نفس کے حکم میں ہوگا۔

4 امتثال حکم جب اتباع خواہش سے پاک ہوتا ہے تو مکلّف کو ثمرات سے نوازا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو کرامات سے سرفراز کر دیا جاتا ہے مخلوق خدا انہیں اپنا دینی و دنیوی رہبر مانتے ہیں۔ ایسی صورت میں نفس کو تازگی اور شگفتگی میسر آتی ہے، اور جب صورت حال یہ ہو تو عموماً نفس ایسے نتائج کے مقدمات کی طرف راغب ہوتا ہے۔ (1) اور نماز میں کھڑا ہونے، روزوں اور عبادت کیلئے نفس کی رغبت بہت بڑھ جاتی ہے تا کہ اس کی تازگی برقرار رہے، نعمتوں میں تسلسل رہے اور دنیا میں مقبولیت میں اضافہ ہو، یہ سب کچھ خواہش نفس ہے جو کہ اچھے عمل کے ساتھ گڈ مڈ ہو گئی ہے

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص 134/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جیسے جیسے یہ خواہش بڑھتی جاتی ہے، بندہ اپنے مقام سے گرتا چلا جاتا ہے۔

5 احکام شرعیہ کو بجالاتے ہوئے اگر اتباع خواہش پیدا ہو جائے تو یہ عمل دراصل اپنی اغراض کے حصول کا ایک آلہ قرار پا جائے گا جس طرح ریا کار لوگ امتثال حکم کرتے ہیں مگر یہ سب دکھاوا ہوتا ہے تاکہ لوگوں میں احترام قائم ہو۔ اسی طرح خواہش کی پیروی ریاکاری کی مانند ہے، جو شخص بھی شرعی اُمور کو بجالانے کے دوران خواہش کی پیروی کرے گا مفاسد کے سوا اُسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# اَقسام واَحکامِ مقاصد

## i اقسامِ مقاصد

مقاصد کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: مقاصد اصلیہ

دوسری قسم: مقاصد تابعہ

### پہلی قسم: مقاصد اصلیہ

مقاصد اصلیہ سے مُراد شریعت کے وہ مقاصد ہیں جن میں مکلّف کی خواہشات کا خیال نہ رکھا گیا ہو بلکہ شارع نے استحکام معاشرت اور اعلیٰ تمدن کے قیام کیلئے تمام انسانوں کیلئے اسے لازم قرار دیا ہو۔ مقاصد شریعہ اصلیہ اپنے اطلاق میں زمان ومکان کی حدود وقیود سے بے نیاز ہوتے ہیں، دین ودنیا کے مصالح مقاصد اصلیہ کی بجا آوری کے مرہون ہیں۔

مقاصد شریعہ اصلیہ کی دو قسمیں ہیں۔

1۔مقاصد عینیہ 2۔مقاصد کفائیہ

**1۔مقاصد عینیہ**

مقاصد عینیہ سے مُراد وہ مقاصد ہیں جو کہ فی نفسہ ہر مکلّف پر لازم ہیں، جیسے

☆ دین کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے تا کہ اعتقاد اور عمل کو درست رکھا جا سکے۔

☆ نفس کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے تا کہ اپنی زندگی کو محفوظ کیا جا سکے۔

☆ نسل کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے تا کہ دنیا کی آبادکاری کی بقا، اپنی اولاد پر شفقت و رحمت اور اختلاط نسب سے بچاؤ کی طرف التفات ہو سکے۔

☆ عقل کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے تا کہ باری تعالیٰ کے خطاب کو سمجھا جا سکے۔

☆ مال کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے تا کہ مذکورہ چار اُمور (دین، نفس، نسل، عقل) کے قیام پر استعانت ہو سکے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## 2۔مقاصد کفائیہ

مقاصد کفائیہ سے مراد وہ مقاصد ہیں جنہیں مکلفین پر علی العموم قائم کیا جا سکے تا کہ احوال عامہ کی درستگی سے احوال خاصہ کو استحکام مل سکے کیوں کہ مقاصد عینیہ، مقاصد کفائیہ کے بغیر منعقد نہیں ہو سکتے۔ مقاصد کفائیہ تمام مخلوق کیلئے ہوتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ مصالح عامہ کا قیام ہو سکے، ضروریات عامہ کی اقامت کیلئے اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو اختیارات کی وسعت دے دی ہے تا کہ وہ بندے اپنے اختیارات کی حدود میں مقاصد کفائیہ کو تفویض کر سکیں۔ جیسے سربراہان قاضی ،مفتی وغیرہ۔

## دوسری قسم :مقاصد تابعہ

مقاصد تابعہ وہ ہوتے ہیں جن میں مکلّف کی دلچسپی کا لحاظ رکھا جائے، دین و دنیا کے مصالح کے قیام کیلئے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ انسان کے اندر کچھ ایسے احساسات رکھ دیئے جائیں جن کی وجہ سے مرغوب فیہ اُمور کو حاصل کرنے کا محتاج ہو، یہی وجہ ہے کہ جب انسان کو بھوک لگتی ہے تو اسے کھانے پینے کی خواہش دامن گیر ہو جاتی ہے، اور اس میں وسائل تلاش کرنے کی تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔اسی طرح گرمی سردی اور ہنگامی عوارض سے تکلیف پہنچنے کا احساس رکھ دیا یہ داعیہ اسے لباس اور مکان کے اکتساب پر اُبھارتا ہے اور جب انسان عملی اقدامات میں اوامر پر عمل کرتا ہے اور مناہی سے بچ جاتا ہے تو سعادت ورنہ شقاوت کا مستحق قرار پاتا ہے اس طرح مقاصد تابعہ ،مقاصد اصلیہ کیلئے مد اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔(1)

مقاصد تابعہ میں قریبی مفاد مقصود ہوتا ہے جیسے خورد و نوش میں اپنے اور عیال کے مصالح کا قیام، بیوی، لباس اور مکان اور وہ چیزیں جو بطور تتمہ ان سے متعلق ہوں جیسے لین دین کے معاملات،

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص137/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اجرتیں وغیرہ تو قریبی مفاد سے نفس کا داعیہ ضرورت کی چیز طلب کرنے کی استدعا کرتا ہے، اور یہ داعیہ اسقدر شدید ہوتا ہے کہ اسے مجبور کر دیتا ہے لہذا سے کسی داعیہ کے تقاضا کو پورا کرنے کیلئے کسی خاص چیز کے اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ پیشہ اختیار کرنے، ازدواجی زندگی کے مناسب اختیار کو اس کیلئے مجملاً رکھا گیا ہے۔ کہ کوئی سا حلال پیشہ اختیار کرلے کسی شرعی حلال عورت کو اپنی بیوی بنالے۔ (2)

## ii احکام مقاصد

### ﴿الف﴾ مقاصد اصلیہ کی عملی رعایت مظہر اخلاص ہے

مکلّف کے عملی اقدامات جب مقاصد شریعہ کے تقاضوں سے موافقت رکھتے ہوں تو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں۔

پہلی صورت: یہ کہ مکلّف کے عملی اقدامات میں مقاصد اصلیہ (عینیہ، کفائیہ) سے موافقت ہوگی۔

دوسری صورت: یہ کہ مکلّف کے عملی اقدامات میں مقاصد تبعیہ سے موافقت ہوگی۔

ہر دو عملی اقدامات میں اخلاص کی موجودگی کو کہاں تک تسلیم کیا جائے گا؟

مکلّف کا عمل جب مقاصد اصلیہ کے موافق ہو تو اس عمل کی درستی اور سلامتی میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ مقصود شرعی یہی ہے کہ مکلّف کو اس کی خواہشات کے پھندے سے نکال کر اللہ کا کامل بندہ بنانا ہوتا ہے، اور یہاں اتنی بات کافی ہے کہ یہ مکلّف اپنے نفسی اشتہاء کو چھوڑ کر عملاً مقاصد اصلیہ سے ہم آہنگ ہو رہا ہے، تاہم مقاصد اصلیہ میں اخلاص کی موجودگی کا احساس دو امور سے لگایا جاسکتا ہے۔

---

(2) آل عمران، 275:3
الجمعہ، 10:62
البقرہ، 198:2
الاعراف، 32:7 طٰہٰ، 81:20

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یہ کہ مقاصد اصلیہ میں عمل کا اخلاص قریب ہونا نظر آرہا ہو۔ وہ عمل مفادات کی آمیزش سے مصفّٰی ہو کر عبادت بن جائے یعنی مکلّف مقاصد اصلیہ کے حصول کیلئے شارع کے حکم کو بجالانے کیلئے اس طرح فعال ہو کہ اُس کے پیش نظر صرف امر، نہی اور اباحت کا ہی قصد ہو، اس کا عمل مجملاً نفوس انسانی کی بہتری کیلئے ہو۔

یہ کہ مکلّف کا ارادہ کسی امر واجب کے قائم کرنے کا ہو، امر واجب کے قیام کی دو صورتیں ہیں۔

**پہلی صورت**

یہ کہ وہ امر واجب جس کا قیام مطلوب ہے کبھی محدود پیمانہ پر ہوتا ہے جیسے اپنی ذات کے قیام کا قصد، یا زیر کفالت لوگوں کی زندگی کے قیام کا ارادہ۔

**دوسری صورت**

یہ کہ مکلّف کا ارادہ وسیع پیمانہ پر لوگوں کی بہتری اور خوبی ہو، یہ صورت نہایت ہی مؤقر اور مرغوب الی اللہ ہے۔

## ﴿ب﴾ مقاصد تابع کی رعایت سے عمل کا ضیاع

مکلّف کا عمل تبعی مقاصد سے موافقت پیش کر رہا ہو تو اس میں عبودیت کا اخلاص (پورے کا پورا یا اس کا بڑا حصہ) فوت ہو جاتا ہے، کیوں کہ مثلاً جب مکلّف بھوک، پیاس اور ٹھنڈک کے ازالہ کا خیال رکھتا ہے، شہوت کو پورا کرتا ہے اور محض مباح ہونے کی بناء پر لذت حاصل کرتا ہے اس کے علاوہ اس مکلّف کا کوئی قصد نہیں ہوتا۔ یہ امور اگرچہ جائز ہیں مگر اس میں مقاصد اصلیہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا، (1)

خلاصہ یہ کہ مقاصد شریعہ اصلیہ کی تعمیل اخلاص کے قریب ترین ہوتی ہے جبکہ مقاصد شریعہ تبعیہ کی تعمیل عدم اخلاص کے قریب ہوتی ہے۔ (1)

---

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص150/2

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص154/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ﴿ج﴾ مقاصد اصلیہ کی عملی رعایت کے اہم ثمرات

### 1۔ مقاصد اصلیہ کی عملی رعایت عبادت بن جاتی ہے

مکلّف کے وہ تمام اعمال جن کا تعلق مقاصد اصلیہ سے ہے سب کے سب عبادت میں شمار ہوتے ہیں، کیوں کہ جب مکلّف کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کے نظام کی بہتری ہر اُس کام کے سرانجام دینے میں ہے جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر اُس کام کے نہ کرنے میں ہے جس کے کرنے سے روک دیا گیا ہے تو پھر مکلّف اوامر پر عمل کرتا ہے اور منہیات سے الگ تھلگ رہتا ہے، یہ مکلّف اپنے اعضاء و جوارح (ہاتھ، زبان، دل) کے ساتھ مخلوق خدا کے جلب منفعت اور دفع مضرت (مصالح) کے حصول میں لگ جاتا ہے، جیسا کہ معاشرہ کے دوسرے افراد اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر رہے ہوتے ہیں۔

مخلوق خدا کے مصالح کیلئے اس مکلّف کا کام کرنا اصل میں صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ یہ مکلّف بہائم کی مصلحتوں کا بھی امین ہوتا ہے(2)

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

''فی کل ذات کبد رطبۃ اجرٌ ''(3)

یعنی ہر ذی روح چیز میں اجر ہے۔

غرض یہ کہ مکلّف کے وہ تمام اعمال جن کا تعلق مقاصد اصلیہ سے ہوتا ہے وہ عبادت ہی قرار پاتے ہیں۔

---

(2) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص155/2

(3) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء رقم 2234، ص833/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


### 2۔ مقاصد اصلیہ کے حصول میں اعمال مندوبہ کا واجب قرار پانا

مقاصد اصلیہ کو حاصل کرنے کیلئے جو اُمور اختیار کئے جاتے ہیں وہ درجہ وجوب تک پہنچ جاتے ہیں کیوں کہ مقاصد اصلیہ بذاتہ حکمِ وجوب پر گھومتے ہیں اور مقاصد اصلیہ کے حکم وجوب کے گرد گھومنے کی وجہ محض یہ ہے کہ مقاصد اصلیہ دراصل دین میں اُمورِ ضروریہ کی حفاظت کرتے ہیں، ایسی صورت میں مکلّف کے اعمال ذاتی مفاد سے نکل کر اُمورِ عامہ پر دائر ہو جاتے ہیں۔

جب کہ مقاصد تابعیہ کے حصول کی غرض سے جو اعمال کئے جاتے ہیں وہ جزئی مفادات پر مبنی ہوتے ہیں (جیسے کھانے، پینے، لباس، رہائش کے حصول کیلئے کام کئے جائیں) لہٰذا تابع مقاصد کے ذرائع درجہ وجوب اختیار نہیں کر پاتے بلکہ کرنے اور نہ کرنے کے حوالہ سے مباح یا مکروہ قرار پاتے ہیں،(4)

### 3۔ مقاصد اصلیہ کا امتثال جملہ مقاصد شریعہ کا جامع ہوتا ہے

جب مکلّف مقصدِ اصلی (عینی، کفائی) کو اختیار کرتا ہے تو شارع نے اس عمل میں حصول مصلحت کیلئے جو جو قصد کیا ہے مکلّف کو وہ کاروائی شارع کے ہر ہر اُس قصد کو سمیٹ لیتی ہے، اس مکلّف کا کام جب یہی ہے کہ شارع کے حکم کو بجالائے اپنی مرضی کو شارع کی رضا میں گم کر دے اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ قصدِ شارع ہی تمام مقاصد سے اہم ہے، ہر قسم کے خلط سے مبرا ہے، جب مکلّف نے اپنی مُراد کو شارع کی مراد سے ملا دیا تو اس امرِ جلیل پر مکلّف یقیناً اجرِ عظیم کا مستحق ہوگا۔

اور جب مکلّف مقصدِ تبعی کو اختیار کرتا ہے تو اس میں مکلّف کے اپنے مفاد کا قصد بھی شامل ہو جاتا ہے پھر مکلّف امتثال امر تو کرتا ہے مگر اپنے مفاد کو ساتھ رکھتے ہوئے یہی وجہ ہے کہ مقاصد اصلیہ کے امتثال میں جو اٹھان موجود ہوتی ہے وہ مقاصد تبیعہ کو اختیار کرنے میں نہیں ہے۔

---

(4) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص155/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مقاصد اصلیہ کے مطابق کام کرنے والا کمال اطاعت کا حامل قرار پاتا ہے کیوں کہ وہ مقصد اصلی عینی یا کفائی کے ذریعہ تمام مخلوق خدا کی مصلحت کیلئے کام کر رہا ہوتا ہے یا شارع کے مقصد کی تحصیل کر رہا ہوتا ہے تو جب کسی کا قصد عام ہوگا تو اس زائد کا اجر بھی اس کے مطابق ہوگا، اور جب قصد محدود ہوگا تو اجر بھی محدود ہوگا۔(1)

مکلّف جس قدر اطاعت کے اصولوں کو اختیار کرتا ہے اسی قدر مقاصد اصلیہ کی طرف رجوع کرتا چلا جائے گا اور جس قدر طاعت کے اُصولوں سے کنارہ کش ہوتا چلا جائے گا اسی قدر مقاصد اصلیہ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔(2)

## ﴿د﴾ تنہا مقاصد تبعیہ یا مقاصد تبعیہ بمعہ مقاصد اصلیہ کے امتثال اور اشتراک مقاصد سے اخلاص کی حیثیت؟

جب بھی کسی مکلّف سے کوئی عمل ظاہر ہوتا ہے اُس کی دو صورتیں ہیں۔

1۔ یہ کہ وہ عمل محض مقاصد تابعہ کی موافقت پر مشتمل ہو۔

2۔ یہ کہ وہ عمل مقاصد تابعہ کے ساتھ ساتھ مقاصد اصلیہ کی موافقت پر مشتمل ہو۔

پہلی صورت میں مکلّف کا عمل محض خواہش کی تکمیل اور مفاد (حظ) کے حصول کیلئے ہوگا۔

دوسری صورت میں مکلّف کے عمل میں اگرچہ اس کا مفاد بھی موجود ہے، مگر اس کے باوجود کہا جاسکتا ہے کہ مکلّف شارع کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔

---

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص157/2

(2) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص157/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ﴿ھ﴾ مقاصد تابعہ کے ساتھ مقاصد اصلیہ کے اشتراک کی نوعیت وصحت؟

مقاصد تابعہ کے ساتھ مقاصد اصلیہ کے اشتراک، مصاحبت کی دو صورتیں ہیں۔

1۔ یہ کہ مقاصد تابعہ کے ساتھ مقاصد اصلیہ کی مصاحبت بالفعل ہوگی، بالفعل مصاحبت کا مطلب یہ ہے کہ مکلّف کسی مقصد تبعی کو اختیار اس لئے کر رہا ہو کہ شریعت نے اسے اجازت دی ہے کہ یہ کام تم کرسکتے ہو، مثلاً وہ یوں کہے کہ اس کھانے، پینے یا پہننے کی اجازت مجھے شریعت نے فراہم کی ہوئی ہے اسی لئے میں یہ کھانا کھا رہا ہوں یا پانی پی رہا ہوں یا سکونت اختیار کر رہا ہوں۔ اس صورت میں اگرچہ مکلّف کا اپنا قریبی فائدہ موجود ہے، مگر پھر بھی کہا جائے گا کہ مکلّف امتثال امر یعنی حکم کی بجا آوری کر رہا اور شارع کی نظر میں سرخرو ہے ۔

2۔ یہ کہ مقاصد تابعہ کے ساتھ مقاصد اصلیہ کی مصاحبت بالقوۃ ہوگی، بالقوہ مصاحبت کا مطلب یہ ہے کہ مکلّف جب کسی مقصد تبعی کو (مثلاً کھانے، پینے، پہننے) کو اختیار کر رہا ہے تو اس کے پیش نظر اس مقصد کی مشروعیت بالکل نہیں ہے (کہ عمل کرتے ہوئے مکلّف یوں سمجھ رہا ہو کہ میں یہ کام محض اس لئے کر رہا ہوں کہ شارع نے اسے مباح کیا ہے) بلکہ کسی جائز سبب کے ذریعہ اُس مقصد تبعی تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ صورت بھی مکلّف کیلئے امتثال امر اور شارع کی نظر میں سرخرو ہونے کی صورت قرار پائے گی۔

غرض یہ کہ مقاصد تابعہ کے ساتھ مقاصد اصلیہ کے اشتراک کی یہ دونوں صورتیں شریعت میں مستحسن ٹھہریں گی اور مکلّف کیلئے جائز ذرائع سے مفادِ تبعی کا حصول مشروع قرار پائے گا تاہم مصاحبت بالفعل درجہ کے اعتبار سے بہ نسبت مصاحبت بالقوۃ کے اعلیٰ ہے۔(1)

---

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص158/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# حظ و امتثال کے اشتراک کا حکم

مکلّف کے عمل میں حظ (ذاتی مفاد) اور امتثال (شارع کے حکم کی بجا آوری) کے مصاحبت و اشتراک کے دو وضاحتی امور

## پہلا امر

مُضطر (لاچار اور مجبور شخص) جب اپنی جان بچانے کیلئے ممنوعات و محرمات کا استعمال کرتا ہے تو اس میں حظ (زندگی بچانے کا مفاد) بھی پایا جا رہا ہے اور امتثال حکم (یہ کہ مضطر اپنی جان بچانے کیلئے ممنوعات کا استعمال کر سکتا ہے) بھی ہو رہا ہے اگر حظ و امتثال کی مصاحبت جائز نہ ہوتی تو حالت اضطرار میں بھی مکلّف کیلئے ضروری ہوتا کہ وہ شخصی مفاد (زندگی بچانا) کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف امتثال امر کو پیش نظر رکھ کر ہی ممنوعات کا استعمال کرتا جبکہ شریعت نے ایسی حالت میں اس مکلّف کو اپنا حظ و مفاد ترک کر کے امر شرعی کے بجالانے کا حکم نہیں دیا ہے۔

## دوسرا امر

مکلّف کا عمل جب جنت میں داخل ہونے کی اُمید اور دوزخ سے بچنے کیلئے ہے تو اس میں بھی حظ و امتثال کا امتزاج پایا جا رہا ہے حظ (مفاد) تو اس طرح پایا جا رہا ہے کہ مکلّف کا عمل جنت کی طلب سے وابستہ ہو گیا ہے اور امتثال امر اس طرح پایا جا رہا ہے کہ اس مکلّف کا عمل شارع کے فرمان کے زیر اثر وقوع پذیر ہوا ہے، حکم کی بجا آوری کے ساتھ جب دیر سے ملنے والے مفاد (جنت میں دخول) کی طلب ناجائز نہیں ہے تو پھر امتثال حکم کے ساتھ جلد ملنے والے مفادات کی طلب ناجائز کیسے ہو سکتی ہے، غرض یہ کہ مکلّف کے عمل میں امتثال حکم کے ساتھ ساتھ ذاتی مفادات کا اشتراک عمل کو ضائع نہیں کر دیتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## i عبادات میں حظ (مفاد) کی اقسام

اُمور تکلیفیہ کی بجا آوری میں مکلّف کا مفاد دو نوعیت کا ہوسکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| پہلی نوعیت | دنیوی مفاد |
| دوسری نوعیت | اُخروی مفاد |

### ﴿الف﴾ اُخروی مفاد

قرآن وسنت سے ماخوذ ہے کہ عبادت گزاری میں مکلّف کیلئے دنیا اور آخرت کے مفادات مضمر ہیں اُخروی مفادات کے حوالہ سے قرآنی استدلال ذیل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً }(1)

یعنی جس ایمان دار مرد یا عورت نے بھی نیک کام کئے ہم اُسے طیب زندگی عطا کریں گے۔

مزید فرمایا

{ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ }(2)

یعنی جو شخص کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے لئے ہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ تو جہاں والوں سے بے نیاز ہے۔

مزید فرمایا

{اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ }(3)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اُن کیلئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

---

(1) النحل ، 97:16

(2) العنکبوت ، 6:29

(3) البروج، 11:85

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ان آیات کے علاوہ بہت سی دوسری قرآنی آیات ہیں جنہیں پیش نظر رکھتے ہوئے مکلّف اُخروی مفاد کا طالب رہتا ہے، اس لحاظ سے انسان کا محض امتثال امر (شارع کے حکم کی بجا آوری) کے طور پر کام کرنا کہ اس میں جلد یا دیر کے ساتھ ملنے والے مفاد کے حصول کی خواہش نہ ہو یہ یقیناً نادر الوقوع ہے، خواص الخواص کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا اس مقام تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ گویا شارع کی طرف سے ایسا مطالبہ کہ مکلّف اپنے مفاد کا احساس رکھے بغیر شرعی احکام کی بجا آوری کرے یہ تکلیف مالا یطاق کے قریب ہے (4)

یہی وجہ ہے کہ بعض آئمہ نے کہا ہے کہ حظ (مفاد) کے بغیر انسان میں حرکت پیدا نہیں ہوتی، حظوظ سے کنارہ کشی تو صفت الٰہ ہے اور جو شخص حظوظ سے مبرا ہونے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ تاہم جن صوفیا نے خواص الخواص لوگوں کیلئے یہ اظہار کیا ہے کہ یہ مفادات سے کنارہ کش ہو کر عبادت میں مگن رہتے ہیں اس سے مراد اہل جنت کیلئے مذکورہ نعمتوں کیلئے قصد سے ہی ہو سکتی ہے (جیسے کھانا، پینا لباس، حوروں سے استفادہ وغیرہ) یعنی یہ خاص لوگ جنت یا جنت کی نعمتوں کیلئے ریاضت نہیں کرتے ہیں ورنہ معرفت، مناجات اور دیدارِ الٰہیہ تو ہیں ہی خواص کے مفادات تو پھر وہ (خواص الخواص) میں مفادات سے یکسر کنارہ کش تو نہ ہوئے۔

## ﴿ب﴾ دنیوی مفاد

اگر عبادت سے مقصود دنیوی مفادات ہوں تو ان کی دو جہتیں ہیں پہلی جہت کی تین قسمیں ہیں۔

### دنیوی مفاد کی جہت اول کی اقسام ثلاثہ

**پہلی قسم**

یہ کہ عبادت سے مقصود اپنی وضع قطع کی اصلاح اور لوگوں میں اپنی بابت حسن ظن پیدا کرنا ہے یہ

---

(4) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص165/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


ریاکاری ہے کیوں کہ مکلّف کو عبادت پر ابھارنے والی چیز صرف یہ ہے کہ لوگ اسے اچھا سمجھیں اور فرض ونفل نماز (مثلا) کی ادا بھی ہوجائے۔

اور اگر یہ قصد امتثال امر کے تابع ہو تو اس میں علماء کی متعدد آراء ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| 1 | ربیعہ | ایسا عمل ناپسندیدہ ہے |
| 2 | مالک | ایسے عمل کے وقت انسان کے پاس شیطان مداخلت کی کوشش کررہا ہوتا ہے مگر دل میں آنے والی بات پر اس کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔ |
| 3 | غزالی | ایسے اعمال کے ساتھ عبادت خالص نہیں رہتی (1) |

## دوسری قسم

یہ کہ عبادت سے مقصود دوسرے لوگوں کا خیال کئے بغیر صرف اپنی ذات کو خاص کرنا ہے مثلاً مسجد میں نماز کی ادائیگی تا کہ ہمسایوں (جو نماز پڑھنے آتے ہیں) سے اُنس پیدا ہو، کھانا پکانے کی کوفت سے بچنے، کسی درد سے محفوظ رہنے یا کسی ممکنہ مرض یا اسہال کی وجہ سے روزہ رکھنا، کسی مریض کی عیادت یا نماز جنازہ میں شمولیت اس لئے کرنا تا کہ میرے ساتھ بھی ایسا حسن سلوک کیا جائے۔

جب قصد مذکور عبادت کے تابع ہو کر عبادت کے ساتھ شامل ہو گیا ہو تو یہ صورت بھی محققین میں باعث نزع ہے، مثلاً

غزالی نے ایسے عمل کو اخلاص سے خالی قرار دیا ہے جب کہ ابن عربی نے دونوں اِرادوں (مفاد کا ارادہ، امتثال امر کا ارادہ) کی یکجائی کی صحت کا اظہار کیا ہے۔ اور درج ذیل شواہد سے استدلال کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

---

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص166/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


{لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ }(1)

یعنی (حج کے موسم میں) تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو۔

{اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ}(2)

ابراہیم علیہ السلام نے کہا (میں اپنے پروردگار کی طرف جارہا ہوں) عنقریب وہ مجھے راستہ دکھادے گا

حدیث صحیح میں ہے۔

''یا معشر الشاب من استطاع منکم الباء ۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ و جاء ''(3)

یعنی اے نوجوانوں کے گروہ تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہے، وہ شادی کرلے کیوں کہ شادی نظر کو جھکانے والی اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی ہے اور جو شخص شادی کی طاقت نہ رکھتا ہوں، اُسے چاہئے کہ روزے رکھے کیوں کہ روزہ اس کیلئے حفاظت اور رکاوٹ ہے قرآن وسنت سے معلوم ہوا کہ وہ انسانی مفادات جو عبادات کے خلاف نہ ہوں۔ اُن کا قصد امتثال امر کے قصد کے ساتھ جمع ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن یہ واضح رہے کہ جو قصد غالب ہوگا حکم بھی اسی کا جاری ہوگا۔

## تیسری قسم

مکلّف کا عمل جب نمود ونمائش سے اس طرح متعلق ہو کہ عمل کے ذریعہ عامل مال و دولت اور حشمت و جاہ وغیرہ کے حصول کا ارادہ رکھے تو یہ ریاء ہے جو شرعا مذموم ہے اور منافقین کے عمل کی طرح خطرناک ہے۔

(1) البقرہ، 198:2
(2) والصفت، 99:37
(3) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج، رقم 4778ص1950/5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# دنیوی مفاد کی جہت ثانی

مکلّف کے عمل کے ساتھ جو دنیوی مفاد وابستہ ہوتا ہے اس کی دوسری جہت بندوں کے درمیان جاری عادات کی اصلاح ہے۔ بیاہ، شادی، خرید و فروخت، لین دین کے دیگر معاملات میں شارع کا قصد انسانوں کے مصالح (جلب منفعت اور دفع مضرت) کا قیام ہے شارع نے اپنے اوامر و نواہی میں اسے برقرار رکھا ہے۔ مکلّف جب امتثال امر کرتا ہے تو اُس کے پیشِ نظر بھی اسکے ساتھ ساتھ اِنسانی مصالح کے قیام کا قصد موجود رہتا ہے اور یہ قصد حظوظ میں سے ایک حظ ہے۔ اور اس حظ کو شارع نے برقرار رکھا ہے حظ کو اختیار رکھنے کے باوجود مکلّف کا عمل درست قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر دنیوی مفادات کا احساس دلا کر انسان کو عبادت کی طرف توجہ دلائی ہے، جن نعمتوں کا ذکر کرکے انسان کو عبادت کی طرف راغب کیا گیا ہے لامحالہ مکلّف اللہ کے احکام کی بجا آوری کے ساتھ نعمتوں کے حصول کا قصد بھی رکھے گا جس سے معلوم ہوا کہ امتثال حکم کے ساتھ نعمتوں کے حصول کے قصد کا پایا جانا عمل کو خراب نہیں کرتا ہے۔

# نیابت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والے اعمال

مطلوب شرعی کی دو قسمیں ہیں۔

وہ مطلوب شرعی جس کا تعلق انسانوں کے معاملات سے ہو جیسے باہمی لین دین و مالی تصرفات و غیرہ

وہ مطلوب شرعی جس کا تعلق مکلّف کیلئے لازمی عبادات سے ہو جیسے نماز، روزہ وغیرہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پہلی قسم معاملات سے متعلق ہے

جب ایک انسان ایک ایسا کام کرتا ہے کہ اُس انسان کا اس کام کے ساتھ اختصاص نہیں ہے اس انسان کی جگہ اگر کوئی دوسرا انسان بھی ہو تو پھر بھی یہ کام مکمل ہو سکتا ہے ایسے کاموں میں نیابت شرعاً جائز ہے، کیوں کہ ایسے کاموں میں مکلّف سے جو حکمت مطلوب ہے وہ کسی دوسرے شخص سے بھی پوری ہو سکتی ہے۔ جیسے خرید و فروخت، کسی چیز کا لینا دینا، اجرتیں، کرایوں کے معاملات، قبضہ کرنا، کسی کا قبضہ ختم کرنا وغیرہ، جبکہ بعض انسانی معاملات میں نیابت جائز نہیں ہوتی کیوں کہ اُن کاموں کو شخص واحد کے ساتھ اختصاص ہوتا ہے مثلاً کھانا، پینا، لباس، مکان، نکاح، بیوی سے تمتع، یہاں حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ یہ کام شخص واحد کے ساتھ ہی مختص ہو ورنہ ثمرات میسر نہ آسکیں گے۔ چونکہ حدود و تعزیرات کی حکمت مجرم کو ہی سزا دینے میں ہے، مُجرم کے علاوہ کسی دوسرے کو نائب بنا کر سزا دینے سے مقصودِ شرعی (انزجار) حاصل نہیں ہوتا لہذا حد یا تعزیر کسی نائب پر جاری نہیں کی جا سکتی۔ جبکہ مالی معاملات میں نیابت جائز ہوتی ہے، غرض یہ کہ عادیات کی حکمت مکلّف کے ساتھ خاص ہو تو نیابت درست نہ ہو گی اور اگر حکمت مکلّف کے ساتھ خاص نہ ہو نیابت درست ہو گی۔ (1)

دوسری قسم عبادات شرعیہ سے متعلق ہے

عبادات شرعیہ میں کوئی شخص دوسرے کا قائم مقام نہیں بن سکتا (جیسے ایک شخص پر نماز فرض ہے مگر کوئی دوسرا شخص پہلے کی طرف سے ادا کر دے) امام شاطبی نے اس دعویٰ کی صحت پر متعدد دلائل ذکر کئے ہیں۔

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص174/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ﴿الف﴾ نصوص

ارشاد باری تعالیٰ ہے

{ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى }(1)

یعنی اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔

مزید فرمایا

{ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى }(2)

یعنی اور انسان کیلئے وہی کچھ ہے جو اس نے کوشش کی۔

مزید فرمایا

{ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ }(3)

یعنی جو شخص پاک ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی لئے پاک ہوتا ہے

مزید فرمایا

{ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ }(4)

یعنی اور انہوں نے کہا ہمیں ہمارے اعمال اور تمہیں تمہارے اعمال بدلہ ملے گا۔

امام شاطبی نے استدلالا دیگر متعدد نصوص کو بھی ذکر کیا ہے۔(5)

---

(1) الانعام ، 168:6

(2) النجم ، 39:53

(3) فاطر، 18:35

(4) البقرہ ، 139:2

(5) العنکبوت ، 12:29
الانعام ، 52:6
المطففین 19:82

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ﴿ب﴾ عمل سے مقصود تقرب الٰہی ہے اور تقرب میں نیابت مقصود کے خلاف ہے

عبادت سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے الہ کے سامنے خشوع وخضوع سے پیش ہوتا کہ اُس کا دل، اعضاء وجوارح اللہ کی طرف کامل توجہ کرنے لگیں، یہاں تک کہ انسان کہ ہر حرکت و سکنت رضاء الٰہی کیلئے قرار پا جائے، اگر ایسے اعمال میں نیابت کو تسلیم کیا جائے تو نتیجۃً بندہ خود عبادت گذار نہ ہوا بلکہ اُس کا نائب عبادت گزار ٹھہرا۔ اسی طرح عبادت کرنے کی وجہ سے اُس کے نائب کا دل تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا مگر مَناب (جس کی نیابت کی گئی ہے) تو جوں کا توں رہا۔ خضوع وخشوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہونا ایسی باتیں ہیں جو عبودیت کے اوصاف سے متصف ہیں اور متصف ہونا اُس وصف والے سے آگے نہیں جاتا (6)

﴿ج﴾ اگر بدنی عبادت میں نیابت درست ہوتی تو قلبی اعمال میں بھی نیابت درست ہونی چاہئے تھی، جیسے نظریات میں ایمان اور عملیات میں صبر، شکر، رضامندی توکل، بیم ورجاء مگر جیسے ان میں نیابت درست نہیں ہے اسی طرح دوسری عبادات میں بھی نیابت جائز نہیں ہے۔ (1)

(6) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص175/2

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص176/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# چند اہم ضوابط بہ متعلق

## ( قصد الشارع فی دخول المکلف تحت احکام الشریعہ)

بندوں کا عمل پر مداومت اختیار کرنا مقصودِ شارع ہے

i مکلّف کے احکام بجالانے سے متعلق وضع شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ عمل پر ہمیشگی اختیار کی جائے جس پر درج ذیل دلائل ہیں۔

{ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ }(2)

یعنی مگروہ نمازی جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی اختیار کرنے والے ہیں (ہواوحرص سے پاک ہیں)

{ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ }(3)

یعنی نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔

( احب العمل الی اللہ مادام علیہ صاحبہ وان قلّ )(4)

یعنی اللہ کی بارگاہ میں محبوب عمل وہ ہے جس پر عامل ہیشگی اختیار کرے اگر چہ وہ تھوڑا ہو۔

( خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ عزوجل لن یمل حتی تملوا )(5)

یعنی اتنا ہی عمل کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو، کیوں کہ اللہ اجر دینے سے پریشان نہیں ہوتا تم ہی (عمل کرتے کرتے) پریشان ہو جاؤ گے۔

---

(2) المعارج ، 23,22:70

(3) البقرہ ، 43:2

(4) ابو نعیم اصبھانی ،اخبار اصبھان،ص436

(5) ابونعیم اصبھانی ، م۔ن،ج4ص290

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حضور نبی کریم ﷺ جب کسی عمل کو اختیار فرماتے تو آپ اُس پر ہمیشگی اختیار فرماتے، شارع کا اوقات مقررہ میں فرائض، واجبات، سنن ومستحبات کی ادائیگی کا تقاضا کرنا، اصل میں مداومت اختیار کرنے کی طرف لطیف احساس پیدا کرنا ہے۔(6)

## ii شریعت مکلفین کے اعتبار سے "کلیہ عامہ" ہے

شریعت کا مکلفین کے اعتبار سے کلیہ عامہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا حکم عام ہے ایسا نہیں ہے کہ بعض افراد کو حکم کا مکلّف بنا دیا گیا ہو اور دوسرے بعض کو امور تکلیفیہ سے الگ کر دیا گیا ہو۔ امام شاطبی نے اس امر پر متعدد دلائل پیش کئے ہیں۔

### ﴿الف﴾ نصوص کی صراحت

{ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا }(1)

یعنی اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

{ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا }(2)

یعنی آپ کہہ دیجئے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں،

( بعثت الی کل احمر واسود ) (3)

(حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا) میں ہر گورے اور کالے کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

ان نصوص اور ان جیسی دیگر نصوص سے معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت عامہ تھی، خاصہ نہیں تھی، اگر اُمور تکلیفیہ میں بعض کو خاص کر دیا گیا ہوتا تو آپ تمام افراد کیلئے مرسل نہ رہتے جو کہ باطل ہے۔

(6) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص185/2

(1) السباء، 28:34

(2) الاعراف، 58:7

(3) احمد بن حنبل، مُسند، ص329/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ﴿ب﴾ مصلحت، احکام کی عمومیت میں ہے

احکام انسان کے مصالح کیلئے بنائے گئے ہیں اگر احکام عمومیت کے حامل نہ ہوتے بلکہ شریعت کی وضع خصوص پر ہوتی تو پھر یہ شریعت انسانوں کے مصالح کی ضامن نہ ہوسکتی۔ شریعت کے عمومی حکم میں خاص صرف وہی ہے جسے نبی کریم ﷺ نے مستثنیٰ قرار دے دیا ہو۔ حضرت ابو بردہ بن نیار کو کمسن بکری کے بچے کے قربانی کرنے کی اجازت، حضرت خزیمہ تنہا کی شہادت کا دو کے قائم مقام ہونا اسی قبیلہ سے ہے۔

## ﴿ج﴾ مکمل شرائط پائے جانے کے باوجود بعض لوگ مُخاطب بالا یمان قرار نہ پاتے

اگر شریعت میں یہ لچک موجود ہوتی کہ کسی حکم کے خطاب میں کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو خاص کر لینا ہوتا تو اسلام کے ارکان میں بھی یہ بات جائز ہوتی کہ جن لوگوں میں تکلیف کی شرائط مکمل پائی جاتی ہیں اُن مین سے بعض اُس حکم کے مخاطب نہ ہوتے۔ جبکہ ایمان لانے کیلئے بعض افراد کو اس طرح سے الگ قرار دینا کہ وہ بعض ایمان لانے کے حکم کے مخاطبین نہ ہوسکتے اور یہ بات اجماعاً باطل ہے (کہ بعض لوگ ایمان لانے کے مخاطبین نہ بن سکیں) (4)

## iii حضور ﷺ کی خوبیاں امت کیلئے عام ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضور کو جو فضائل واعزازت عطا فرمائے ہیں کسی نہ کسی حد تک اُن فضائل واعزازات کا مظہر حضور ﷺ کی امت کو بھی بنایا ہے اِلّا یہ کہ جہاں آپ حضور ﷺ کو خاص کردیا گیا ہو، غرض یہ کہ اُمور تکلیفیہ میں جیسے اُمت کے ساتھ حضور شریک تھے اسی طرح جو اعزازت اللہ تعالیٰ نے

(4) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص188/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اپنے نبی علیہ السلام کو دیئے ہیں اُنہیں امت کیلئے عام رکھا گیا۔ امام شاطبی نے اس امر کے اظہار کیلئے تئیں (30) مثالوں کو پیش کیا ہے ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی مثال

اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے حضور ﷺ پر صلوۃ بھیج کر اعزاز عطا کیا اور اسی طرح کا اعزاز حضور ﷺ کی امت کو بھی بخشا ہے۔

حضور ﷺ کیلئے:

{إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ }(1)

یعنی اللہ اور اس کے فرشتے نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں

حضور ﷺ کی امت کیلئے:

{ هُوَالَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ }(2)

یعنی وہی تو ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لیجائیں۔

دوسری مثال

اللہ تعالیٰ عطا فرما کر جس طرح نبی مکرم کو راضی کرتا ہے اسی طرح نبی کی امت کو بھی راضی کرتا ہے۔

حضور ﷺ کیلئے:

{ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى }(3)

یعنی اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

---

(1) الاحزاب، 56:33

(2) الاحزاب، 43:33

(3) الضحیٰ، 5:93

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


حضورﷺ کی امت کیلئے:

{ لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ }(4)

یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ایسی جگہ لے جائے گا جسے وہ پسند کریں گے۔

تیسری مثال:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضورﷺ کے ساتھ شفقت کا لہجہ اختیار کیا ہے آپ کی امت کو بھی یہ سرفرازی عطا فرمائی ہے۔

حضورﷺ کیلئے:

{ طٰهٰ ٥ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى }(1)

یعنی طہ ٥ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

حضورﷺ کی امت کیلئے اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ }(2)

یعنی اللہ یہ ارادہ نہیں رکھتا کہ (دین میں تمہارے اوپر) کوئی تنگی ڈالے۔

ان جیسی دوسری بہت سی نصوص پائی جاتی ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ کی امت آپ ہی سے بھلائیاں اور برکتیں حاصل کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو جو اوصاف اپنے نبیﷺ کو عطا کئے تھے، اُن تمام اوصاف میں آپ کی امت آپ کی وارث ہے۔ حضورﷺ کی امت کو خوبیوں، کرامتوں، مکاشفات اور فضائل سے جو اعزازت بھی ملیں ہیں یہ سب کچھ حضورﷺ ہی کی خیرات کی ایک جھلک ہے۔ اس ضمن میں چار باتیں پیش نظر رہیں۔

﴿الف﴾ بعض اُمور ایسے ہیں جو حضورﷺ پر تو ظاہر نہ کئے گئے مگر آپ کی اُمت کے افراد اُن سے سرفراز ہو گئے جیسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شیطان کا بھاگنا، عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے

(4) الحج، 59:22
(1) طہ، 2,1:20
(2) المائدہ، 6:5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


آسمان کے فرشتوں کا حیا کرنا، اس سے اُمتی کی نبی پر فضیلت لازم نہیں آتی کیوں کہ اولیاء، علماء سے قیامت تک جو احوال، خوارق اور علوم وفنون منقول ہوتے ہیں یا ہوں گے وہ افراد اور جزئیات ہیں جو ان کلیات کے تحت داخل ہیں جو کہ نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جنس کے افراد میں سے کسی فرد اور کلی کے جزئیات میں سے کسی جزئی میں ایسے خاص اوصاف ہوتے ہیں جو اس کے جزئی ہونے کی حیثیت سے اس کے لائق ہوتے ہیں، اگرچہ کلی بحیثیت کلی ان اوصاف سے متصف نہیں ہوتی بایں ہمہ نہ تو جزئی کی کلی پر فضیلت لازم آتی ہے اور نہ ہی یہ لازم آتا ہے کہ جزئی میں جو وصف ہے اس کا کلی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔(3)

﴿ب﴾ جو خرق عادت عمل کسی کے ہاتھوں ظاہر ہوا ہے دیکھا جائیگا کہ کیا معجزات میں اُس کی اصل موجود ہے یا نہیں، اگر موجود ہے تو یہ صحیح ہے ورنہ وہ غلط ہے، جیسے منقول شرعی دعائیہ کلمات کے بغیر اگر کوئی شخص اپنی قوت ارادی کو کسی دوسرے پر مسلط کر دیتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ کلمات شرعاً منقول نہیں ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جہاں عوام کے اور بہت سے خواص کے قدم پھسل جاتے ہیں لہذا اس مقام پر خبردار رہنا چاہئے (4)

﴿ج﴾ خرق عادت اُمور صرف ایسی صورت میں قابلِ لحاظ ہوں گے جبکہ ان سے کوئی شرعی حکم یا دینی قاعدہ مجروح نہ ہوتا ہو کیوں کہ جو چیز کسی شرعی حکم کو توڑے وہ فی نفسہ حق نہیں ہے، بلکہ وہ خیال ، وہم ، یا القاءِ شیطانی ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کو مکاشفہ کے ذریعہ یہ معلوم ہو کہ موجود صاف پانی غصب شدہ ہے، یا نجس ہے (اور مزید پانی موجود نہیں ہے) تو یہ صاحب کشف تیمّم نہیں کرسکتا بلکہ نماز کیلئے وضوء ہی کرے گا یا کسی عامل کو کشف کے ذریعہ گواہ کا جھوٹا ہونا ظاہر ہوا تو یہ صاحب

---

(3) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص198/2

(4) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص199/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


کشف عامل اپنے کشف کی وجہ سے گواہ کی گواہی مسترد نہیں کرسکتا۔(1)

﴿د﴾ کشف کے ذریعہ شریعت کے موافق عمل کئے جانے کے مواقع

1۔ مباح کام میں کشف پر عمل کیا جاسکتا ہے مثلاً بذریعہ کشف کسی کے ارادے کو بھانپ کر اُسے جواب دینے کی تیاری کرنا

2۔ عمل ایسے فائدہ کیلیے ہو جس سے کامیابی کی توقع ہو حضور ﷺ نے اپنی اقتداء میں کھڑے ہونے والے افراد کو خبر دی کہ آپ انہیں دوران نماز پیچھے سے دیکھتے ہیں اس اظہار سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنی صفوں کی درستگی رکھا کرو۔

3۔ کشف پر عمل انذار و تبشیر کیلیے ہونا کہ تیاری کرنے والا مُستعد ہو سکے۔

## iv شریعت ظاہری و باطنی اُمور کیلیے کسوٹی ہے

﴿الف﴾ مکلّف کی ظاہری اور باطنی اداؤں کو صحیح حکم دینے کیلیے ہم شریعت کے محتاج ہیں، یہی وجہ ہے کہ جملہ خوارق (خلاف عادت اُمور) کو شریعت پر پیش کیا جاتا ہے، اگر یہ خوارق ظاہر شریعت کے موافق نہ ہوں تو یہ نا قابل اعتبار ہوتے ہیں۔

﴿ب﴾ شریعت حاکم ہے اور خوارق محکوم علیہ۔ اگر غیبی اُمور شریعت پر حاکم ہوں تو گویا شریعت پر کوئی دوسری چیز حاکم بن گئی اور شریعت محکوم علیہ بن گئی اور یہ بات بالاتفاق باطل ہے۔

﴿ج﴾ خوارق اگر شریعت کے احکام کے مخالف ہوں تو خوارق خود ہی باطل ہوں گے اور یہ اس لئے کہ بعض دفعہ کوئی غیبی حرکت کرامت محسوس ہوتی ہے، مگر کرامت ہوتی نہیں ہے بلکہ وہ شیطانی عمل ہوتا ہے جیسا کہ عیاض نے فقیہ ابومیسرہ مالکی کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ ایک رات عبادت میں مصروف تھے، ان پر رقت طاری ہوگئی اچانک محراب پھٹ گیا جس سے روشنی پیدا ہوئی اور چاند کی

---

(1) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص203/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


طرح بن گئی اور کہنے لگی اے ابومیسرہ میری طرف جی بھر کر دیکھ لو کیوں کہ میں تیرا پروردگار بول رہا ہوں ابومیسرہ نے اس روشنی پر تھوک دیا اور کہا اے لعین یہاں سے چلا جا تجھ پر اللہ کی لعنت (2)

خوارق کا خلاف شریعت ہونا یہ ہے کہ اُن خوارق کو عادی اُمور ہی قرار دے کر دیکھا جائے کہ کیا وہ خرق عادت عمل ظاہراً جائز ہے یا نہیں۔ اگر خرق عادت عمل ظاہراً جائز ہے تو یہ خرق عادت جائز ہے ورنہ ناجائز مثلاً ایک شخص کو کشف ہوتا ہے کہ وہ کسی عورت یا مقام ستر کو دیکھ رہا ہے، یہ عمل ظاہر میں چونکہ ناجائز ہے لہذا اس صاحب کشف کے لئے جائز نہ ہوگا کہ کشف پر عمل کرتے ہوئے عورت کو دیکھے یا مقام ستر کو دیکھے۔

## ۷ احکام کا شرعی یا مکلفین کی عادی بھلائیوں کے تابع ہونا

بھلائیوں کی اقسام اور ان کا حکم

بھلائیوں کی دو قسمیں ہیں

پہلی قسم

وہ بھلائیاں (خوبیاں، بہتریاں) جنہیں شریعت نے شرعی دلیل سے بحال رکھتے ہوئے اس کے وجوب یا پسندیدگی کا حکم دیا ہے، یا نفی کرتے ہوئے اس کی حرمت یا کراہت کا حکم دیا ہے۔

دوسری قسم

وہ بھلائیاں جو مکلفین کے درمیان جاری عادات کی صورت میں ہیں جن کے نفی یا اثبات میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

---

(2) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص209/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## پہلی قسم کا حکم

وہ بھلائیاں، اچھے کام، اعلیٰ اقدار جنہیں شریعت نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے میں بہتری کو مُضمر قرار دیا ہے وہ ہمیشہ کیلئے برقرار ہیں جیسے تمام اُمور شریعہ، علماء بیان کرتے ہیں کہ غلام میں اہلیتِ شہادت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہے حالات جیسے بھی ہو جائیں یہ حکم ہمیشہ کیلئے برقرار رہے گا۔اسی طرح ننگے ہو کر طواف کرنے سے منع کا حکم ابدی قرار پائے گا۔غرض یہ کہ شریعت نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اس کے کرنے میں اور جس کام کے کرنے سے منع کیا ہے اس کے نہ کرنے میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔اور شریعت کا یہ حکم ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والا ہے۔بالفرض اگر کسی وجہ سے شرعی حکم میں تبدیلی کر دی جائے تو یہ شریعت کے مستقل احکام میں نسخ کی صورت ہو گی اور حضور ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد نسخ باطل ہے۔

## دوسری قسم کا حکم

مکلفین کے درمیان جاری عادات کی دو قسمیں ہیں

۱۔ مستقل عادات

۲۔ تبدیل ہونے والی عادات

مستقل عادات جیسے کھانے، پینے، جماع، غور و فکر گفتگو اور چلنے وغیرہ کاموں کی خواہش کا وجود یہ اُمور اپنے مسببات کیلئے اسباب ہیں اور شریعت نے مختلف حالات میں ان اُمور کے مختلف حکم عطا کئے ہیں جو حکم عطا کئے ہیں وہ پہلی قسم کی طرح مستقل ہوں گے۔

تبدیل ہونے والی عادات کی متعدد اَقسام ہیں۔ ہر قسم کا حکم عادت کے مطابق ہو گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ﴿الف﴾ عادت پر علاقہ کے اثرات

عادات کی تبدیلی میں علاقہ بھی اپنا ایک خاص اثر رکھتا ہے مثلاً مشرقی علاقوں کے لوگ سر ننگا رکھنے کو عدالت، کمال شخصیت کے منافی سمجھتے ہیں، جبکہ مغربی علاقوں کے لوگ سر کو ننگا رکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس علاقائی اختلاف کی وجہ سے مشرقی علاقوں میں ننگے سر رہنا ننگے سر رہنے والوں کی عدالت کو مجروح قرار دے گا جبکہ مغربی علاقوں میں ننگے سر رہنا متعلقہ شخص کی عدالت کو مجروح نہیں بنائے گا۔(1)

## ﴿الف﴾ عادات پر تغیر مقاصد کے اثرات

عادات کو تبدیل کرنے میں مکلفین کے مقاصد کی تعبیر بھی اہمیت کی حامل ہے جب تعبیرات مختلف ہو جاتی ہیں تو پھر مفہومات بھی بدل جاتے ہیں۔

تعبیرات کا اختلاف کبھی مختلف ممالک کے افراد میں ہوتا ہے جیسے عرب وعجم کے درمیان اختلاف تعمیر کبھی اختلاف تعبیر ایک ہی ملک کے مختلف شعبوں سے وابستہ لوگوں کی اصطلاحات میں اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے صنعت کاروں کی اپنی مصنوعات سے متعلق اصطلاحات جمہور کی اصطلاحات سے معانی میں مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ کثرت استعمال میں آجاتا ہے جس کی وجہ سے معنی میں تبدیلی آجاتی ہے مگر یہ یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس لفظ کا پہلا معنی کون سا تھا اور دوسرا کونسا؟ اب مختلف مقامات پر حکم مختلف ہوگا، جیسی تعبیر عادت میں ہوگی حکم اُسی تعبیر کے مطابق ہوگا یعنی لوگ جس مفہوم کے عادی ہوں گے وہی معنی ان میں معروف ہوں گے اور یہ معنی قسموں، معاہدات اور طلاق میں کنایۃً اور صراحۃً بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص216/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


### ﴿ج﴾ عادات پر معاملات کے اثرات

لوگوں کے درمیان معاملات جو رنگ ڈھنگ اختیار کر لیتے ہیں وہی عادت قرار پا جاتا ہے مثلا جہاں کہیں معاملہ یہ ہو کہ نکاح کے بعد دخول سے پہلے حق مہر وصول کیا جاتا ہے یا فلاں بیع فقط نقد پر ہی ہوگی، اُدھار نہیں ہو سکے گا، یا فلاں بیع میں ادائیگی کی مدت یہ ہے لوگوں کے یہ معاملات، عادت قرار پائیں گے اور عمل اسی کے مطابق کیا جائے گا۔

### ﴿د﴾ عادات پر خارجی اُمور کے اثرات

بعض اوقات خارجی امور عادات میں تغییر کا باعث بنتے ہیں مثلا ایک علاقہ کے خارجی ماحول نے وہاں کے افراد (نابالغ) کی بلوغت کیلئے ایک خاص عمر کو معیار قرار دے دیا ہو تو یہ عادت ہے یہی وجہ ہے کہ علامات بلوغت واضح نہ ہونے کی صورت میں بلوغت کیلئے عادت کا اعتبار کیا جائے گا۔

## vi عادات پر خرق عادت عمل کے اثرات

بعض لوگوں کیلئے خرقِ عادات امور ہی ''عادت'' قرار پا جاتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ پہلی عادت زائل ہو چکی ہو اور دوسری عادت نے اس کی جگہ سنبھال لی ہو مثلا پیشاب یا پاخانہ کرنے والا جس کے پیشاب اور پاخانہ کے اِخراج کیلئے عادی راستہ (قُبل، دُبر) کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ جراحت کے عمل سے بنا دیا گیا ہو اور اصلی راستے بند ہو چکے ہوں تو اس شخص کیلئے یہ خرق عادت عمل ہی عادت قرار پا جائے گا۔ اسی پر احکام شریعہ کا اطلاق ہوگا۔

### وضاحت

اختلاف احکام کی بنیاد اِختلافِ عادات ہے نہ کہ اصل خطاب کا اختلاف

اَحکام کے مختلف ہونے کا مبنیٰ عادات کا اختلاف ہے جب عادات مختلف ہوں تو حکم ہر عادت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مطابق الگ ہوگا مثلاً بلوغت سے پہلے شرعی تکالیف سے اس نابالغ کو مکلّف نہیں کیا جاتا بلکہ بالغ ہونے کے بعد اُسے مکلّف قرار دیا جاتا ہے گویا بلوغت سے پہلے تکلیف کا نہ ہونا اور بلوغت کے بعد تکلیف کا ہونا یہ خطاب کا اختلاف نہیں ہے بلکہ عادت کا اختلاف ہے۔(1)

## vii شرعی احکام میں شارع کا عادات کو پیشِ نظر رکھنا

﴿الف﴾ شارع جب بھی کسی شرعی حکم کے بجالانے (امتثال امر/تکلیف) کا اظہار کرتا ہے تو عادات کا لحاظ اُس کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ امورِ تکلیفیہ میں اُن عادات پر خواہ کوئی شرعی دلیل (امر، نہی، اِذن) قائم ہو یا کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو، جن عادات پر کوئی شرعی دلیل قائم ہوتی ہے۔ اُمور تکلیفیہ میں اُن عادات کا شارع کے پیشِ نظر رہنا تو واضح ہے، اور جن عادات پر کوئی شرعی دلیل نمایاں نہیں ہوتی تو اُن پر تکلیف کو قائم کرنا انہی اُمور (امر، نہی، اِذن) سے استوار رہ سکتا ہے۔

مثلاً اسلام نے قتل کے بدلہ میں قتل (قصاص) کا حکم دیا ہے یہ ایک امر تکلیفی ہے اس کی حتمیت کیلئے عادت کا اعتبار ضروری ہے اور لوگوں کے درمیان عادت یہ ہے کہ سزا دینے کے ساتھ جرائم میں روک تھام پیدا ہو جاتی ہے۔ اس عادت پر اگرچہ کوئی شرعی دلیل تو قائم نہیں ہے (اس طرح کہ اس پر امر، نہی یا اذن موجود ہو) مگر اس کے باوجود اس کا شرعاً اعتبار کرنا ضروری ہے کیونکہ اس عادت پر احکام مرتب ہوتے ہیں جیسے قاتل پر قصاص، سارق پر قطعِ ید اور زانی پر کوڑوں/رجم کا حکم گویا اگر شرعاً عادت کا اعتبار نہ کیا جاتا تو قصاص کا حتمی فیصلہ نہ ہوتا اور نہ ہی وہ مشروع ہوتا۔

جُملہ اُمور (مسببات) اپنے اسباب کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہیں مثلاً عادت جاریہ ہے کہ بیج کھیتی اُگنے کا سبب ہیں۔ نکاح بقاءِ نسل کا سبب ہے، تجارت مال میں اضافہ کا سبب ہے اسی طرح جتنے بھی اُمور تکلیفیہ ہیں ان میں شارع نے اسباب (عادات) کا اعتبار کیا ہے۔

---

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص 217/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


﴿ب﴾ ہر شرعی حکم میں لوگوں کے مصالح کا خیال رکھا گیا ہے ہر شرعی حکم کے دیئے جانے سے پہلے شارع کی نظر میں اس کی مَصلحت موجود ہوتی ہے گویا اِس ہر حکم کیلئے مصلحت عادت کے روپ میں سبب قرار پاتی ہے۔

﴿ج﴾ شرعی احکام کے دیئے جانے سے پہلے اگر مُعتبر عادات کا لحاظ ملحوظ نہ رکھا گیا ہوتا تو مطلب یہ ہوتا کہ یہ تکلیف ایسی ہے کہ اس کی بابت علم نہ رکھنے والے سے بھی امتثالِ امر کا تقاضا کیا جارہا ہے اور یہ تکلیف مالا یُطاق ہے۔(1)

## viii طاعات اور معاصی کی وُسعت مصالح اور مفاسد کی مناسبت سے ہے

طاعات و معصیت کے زیر اثر جس قدر مصلحت اور مفسدہ کا وجود ہوگا طاعت و معصیت اتنی ہی بڑی ہوگی، شریعت اسلامیہ میں بڑے بڑے مصالح وہی پانچ امور (دین، نفس، نسل، عزت اور مال کی حفاظت) ہیں جن کا ہر ملت میں اعتبار کیا جاتا رہا ہے، اور ہر وہ امر جو ان میں خلل پیدا کرنے والا ہوگا وہ مفسد کہلائے گا، وہ امر جس قدر زیادہ خلل پیدا کرے گا اتنا ہی بڑا مفسد ہوگا یہی وجہ ہے کہ کفر، قتل ناحق، زنا، چوری، شراب نوشی بڑے بڑے مفاسد ہیں کیوں کہ کفر سے دین میں، قتل ناحق کے ساتھ نفس میں، زنا سے نسل میں، چوری سے مال میں اور شراب نوشی کے ذریعہ عقل و عزت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سزائیں بھی زیادہ سخت ہیں بہ نسبت دوسرے جرائم کے۔

طاعت میں سب سے بڑی چیز دین کی حفاظت ہے یہی وجہ ہے کہ دین کی حفاظت کیلئے نفس اور مال کے قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، دین کے بعد نفس کی حفاظت بڑی

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص219/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


چیز ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں قیام نسل، عقل اور مال سے پہلوتہی کی جاسکتی ہے۔علی ھذا القیاس۔۔۔

مفسدہ کے بھی متعدد درجات ہیں مثلاً حبل الحبلہ کی بیع میں بگاڑ زیادہ ہے بہ نسبت جنین کی بیع کے ۔۔۔جنین کی بیع میں بگاڑ زیادہ ہے بہ نسبت غائب چیز کی بیع کے (جس غائب کو بغیر کسی مشقت کے دیکھنا ممکن ہو)(2)

## ix عبادات میں اصل تعبد اور التزام نص ہے

عبادات میں اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور احکام کے مفاہیم کی طرف توجہ کئے بغیر احکام کی بجا آوری کر رہا ہو، شارع نے جس عمل کو طلب کیا ہے، اُس عمل کو مطلوبہ معیار کے مطابق ادا کرنا اور توجہ کو کسی بھی دوسرے مفہوم کی طرف مبذول نہ کرنا ''تعبد'' کہلاتا ہے اور تعبد ہی اصل عبادات ہے(3) تعبد کے عبادات میں اصل ہونے پر درج ذیل امور دلالت کرتے ہیں۔

### ﴿الف﴾ استقراء

1۔ وضوء ٹوٹنے کی صورت میں صرف اُسی مقام کو دھونے پر اکتفاء نہیں کیا گیا کہ جس مقام سے کسی چیز کے ظاہر ہونے پر وضوء ختم ہوگیا ہے بلکہ طہارت اُس مقام سے آگے تک کرنا پڑتی ہے۔

2۔ نماز ادا کرنے کیلئے نمازی کو مخصوص حالتیں اختیار کرنا پڑتی ہیں اگر نمازی اُن مخصوص حالتوں سے نکل جائے تو عبادت نہ ہوگی (مثلاً سجدہ کی مخصوص پوزیشن کو چھوڑ کر سیدھا منہ کے بل زمین پر لیٹ جائے تو سجدہ نہ ہوگا)

(2) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص 228/2

(3) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص 228/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


3۔ اذکارِ مخصوصہ اگر ایک حالت میں مطلوب ہیں تو دوسری حالت میں غیر مطلوب ہوتے ہیں (جیسے قنوت جو کہ ذکر ہے اور دعا بھی بعض نمازوں میں مطلوب ہے اور دوسری بعض میں نہیں)

4۔ حدث کی طہارت ایسے پانی کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ پاک ہو (حالانکہ مستعمل پانی بھی پانی ہے مگر اس پانی سے طہارت نہیں ہوسکتی ہے)

5۔ تیمّم میں کوئی حسی پاکیزگی نہیں ہے مگر حصولِ طہارت میں پاکیزہ پانی کا نائب قرار پاتا ہے۔

عبادات مذکورہ اور دیگر عبادات کو شارع کے مطابق تسلیم کرنے / بجا لانے غرض یہ کہ اُس کی فرمانبرداری سے ہی تعبد عامہ کی حکمت کو سمجھا جاسکتا ہے، شارع کی بتائی ہوئی مخصوص حالتوں، مخصوص تعداد اور دیگر عبادات کے اِمتثال سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عبادات میں اصل ''تعبد'' ہے۔

## ﴿ب﴾ عبادات میں توسیع پر عدم نص

اُمورِ تعبدیہ میں اگر کشادگی مطلوب ہوتی تو شارع اُسے ضرور بیان کر دیتا جس طرح کہ اُمورِ عادیہ میں وسعت دینے پر دلائل قائم کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تو پوچھا کہ اے معاذ جب تمہارے پاس مقدمات آئیں گے، تو فیصلہ کس طرح کرو گے عرض کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق کروں گا، فرمایا کہ اگر کوئی حکم قرآن وسنت میں نہ پاؤ گے تو پھر فیصلہ کیسے کرو گے عرض کی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا (1)، اگر امور تعبدیہ میں بھی کوئی ایسی دلیل موجود ہوتی تو ان میں بھی فراخی ہوجاتی۔

اگر اُمورِ تعبدیہ میں ایسی دلیل کے نہ پائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے عبادات کے معاملہ میں جہاں حد قائم کر دی ہے اُس حد کے پاس رک جانا اور آگے نہ بڑھنا یہی مقصود ہے (2)

(1) ابوداؤد ، سنن، کتاب الاقضیۃ ، باب اجتہاد الرأی فی القضاء رقم 3592 ، ص303/3

(2) الشاطبی ، الموافقات ، المجلد الاول ، ص229/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ﴿ج﴾ زمانہ فترت میں عبادات کی عدم تشخیص

زمانہ فترت (ایک نبی کی رحلت سے لے کر آنے والے دوسرے نبی تک کا درمیانی زمانہ) میں اہل عقل وخرد عادات کی مراد کی مختلف صورتوں تک تو رسائی حاصل کرتے رہے ہیں مگر عبادات کی شکلوں کی تشخیص ہرگز نہ کر سکے اور اگر انہوں نے عبادت کی کوئی شکل وصورت بتائی بھی سہی تو اکثر و بیشتر ان کی طرف سے گمراہی اور غلط راہ پر پڑنا ہی دیکھا گیا۔ جس کی وجہ سے سابقہ شریعتوں میں تغیر وتبدل ہوتا رہا۔ زمانہ فترت میں عقلمندوں کا عبادات کی تشخیص نہ کر سکنا اور کی گئی کوششوں میں ٹھوکر کھانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ عقل عبادات کے معانی اور اس کی وضع کے اِدراک سے قاصر ہے(1)

## xi عادات میں اصل، مفہوم اور مراد ہے

عادات میں اصل توجہ مفہوم اور معنی کی طرف ہوتی ہے اس کی درج ذیل وجوہ ہیں۔

### ﴿الف﴾ استقراء

شارع کا ہر حکم بندوں کی مصلحت کا ضامن ہے بندوں کیلئے جو چیز بہتر ہوتی ہے، اُس کے کرنے کا حکم دے دیتا ہے اور جو چیز نامناسب ہوتی ہے اُس سے روک دیتا ہے بعض اوقات ایک ہی چیز کو ایک مقام پر جائز قرار دے دیا جاتا ہے، اور اُسی چیز کو دوسرے مقام پر ناجائز قرار دے دیا جاتا ہے اور یہ بہ تقاضہء مصلحت ہے مثلاً درہم کا درہم کے ساتھ اُدھار، لین دین ناجائز ہے، کیوں کہ اس میں جھگڑنے، ایک دوسرے پر غالب آنے، اور مالی مفاد کے حاصل کرنے کا قصد ہوتا ہے۔ جبکہ درہم کو درہم کے بدلہ میں بطور قرض دینا لینا جائز قرار دیا ہے کیوں کہ اس میں اللہ کی رضا جوئی ہے۔ قرض دینے والے کا تزکیۂ نفس بھی ہے۔

---

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص231/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


مندرجہ ذیل نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ احکام کی بنیاد ''مصلحت'' ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْأَلْبَابِ }(2)

یعنی اور اے عقل والو تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

مزید فرمایا۔

{ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ }(3)

یعنی تم ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔

مزید فرمایا

{إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ }(1)

یعنی شیطان تو چاہتا ہی یہ ہے کہ شراب نوشی اور جوا کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور کینہ پروری ڈال دے۔

عادات کی بابت جس پر شارع نے اعتماد کیا ہے وہ معانی (مراد، مفہوم ) کی طرف توجہ ہے۔

## ﴿ب﴾ توسیع علت

عادات سے متعلق قانون سازی میں شارع نے عادات کی حکمتوں اور علتوں میں وسعت اختیار کی ہے جیسے

'' لاضرر ولا ضرار ''(2)

یعنی نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی کسی سے نقصان اُٹھاؤ۔

---

(2) البقرہ، 179:2

(3) البقرہ، 188:2

(1) المائدہ، 91:5

(2) محمد بن عبداللہ ،المستدرك على الصحيحين،ص66/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اس ضابطہ کی وسعت ہے کہ جہاں کہیں بھی ضرر رسانی کا معاملہ ظاہر ہونے لگے گا یہ قانون نقصان دہندہ کے ہاتھوں کو روکے گا۔

## ﴿ج﴾ زمانہ فترت میں توجہ الی المفہوم

زمانہ فترت میں اہل علم عبادات کی صحیح تحدید و تشکیل تو نہ کر سکے البتہ ان کی توجہ عادات کے حوالہ سے مفہوم اور معنی کی طرف رہی، یہ صاحبان فکر اس پر اعتماد کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے مصالح بدستور قائم رہے۔شریعت نے جاہلیت کے بعض احکام کو مصلحت کے پیش نظر حسب سابق جاری رکھنے کیلئے بعض ترمیمات کے ساتھ باقی رکھا۔

جیسے دیت، قسامت، یوم عروبہ (یعنی جمعہ کے دن کا اجتماع) مضاربت، غلاف کعبہ اہل جاہلیت کے ہاں یہ یا ان جیسی دوسری اچھی عادات مروج تھیں اسلام نے انہیں باقی رکھا البتہ تعبدات میں دین ابراہیمی سے ماخوذ چند باتیں ہی تھیں جنہیں اسلام نے جاری رکھا۔(3)

(3) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول ص 233/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# قصد المکلّف

## اُمور تکلیفیہ میں مقاصدِ مُکلف کی اہمیت

جب تک اُمور تکلیفیہ میں مکلّف کے مقاصد کا احاطہ نہ کیا جائے اور مقاصد مکلّف کا مقاصد شارع سے ربط واضح نہ کیا جائے تب تک مقاصد شریعہ سے کامل واقفیت ممکن نہیں ہے۔امام شاطبی نے مقاصد مکلّف کے ضمن میں بارہ مباحث کو ذکر کیا ہے۔اُن میں سے ضروری حسب ذیل ہیں۔

## اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

امام شاطبی کا کہنا ہے کہ اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے،اور تصرفات (تصرفات کا تعلق عبادات سے ہو یا عادات سے ) میں مقاصد کا اعتبار کیا جاتا ہے ، عادات کے مقاصد الگ ہیں اور عبادات کے مقاصد الگ ہیں ۔عبادات میں جو واجب ہیں اور جو غیر واجب ہیں ان کے مقاصد بھی جداگانہ ہیں۔اور عادات میں واجب اور مندوب،مباح اور مکروہ وحرام،صحیح اور فاسد اور اس کے علاوہ دوسرے احکام سب کے مقاصد میں فرق ہے۔

عبادات وعادات میں مقصد کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ہی کام دو مختلف مقاصد کے ساتھ وابستہ ہونے سے مختلف حکم رکھتا ہے۔مثلاً سجدہ کرنا ایک عمل ہے جب اس سجدہ ریزی سے مقصد اللہ تعالیٰ کے حضور نیاز مندی کا اظہار ہوتو یہ ایمان ہوتا ہے،اور اگر سجدہ ریزی سے مقصد بت پرستی ہوتو پھر یہ کفر ہوتا ہے غرض یہ کہ جب بھی کوئی کام مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا جائے گا تو اس کام کے ساتھ احکام تکلیفیہ لاحق ہوجائیں گے اُس عامل کی حرکات کو کسی خاص حکم سے متعلق کردیا جائے گا اور جب کوئی کام کسی شخص سے مقصد کے بغیر ظاہر ہو( جیسے سوئے ہوئے انسان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اور دیوانے شخص کے اعمال) تو اس سے کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا، تصرفات (عبادات، عادات) پر کوئی حکم اُسی وقت متوجہ ہوتا ہے جب کہ عبادت یا عادت کو خاص نیت کے ساتھ کیا جائے (1)

علامہ شاطبی نے اپنے اس اِدعاء کہ تصرفات میں مقاصد کا اعتبار کیا جاتا ہے اس پر متعدد دلائل پیش کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے۔

{وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ}(2)

یعنی اُنہیں حکم تو یہی دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی بندگی کریں، خالص اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے۔

{فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ}(3)

یعنی اللہ کی عبادت کرو اس پر خالص عقیدہ رکھتے ہوئے۔

{وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ إِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ}(1)

یعنی اور وہ نماز کو آتے ہیں تو سست ہوکر اور اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو بددلی سے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

(انما الاعمال بالنيات و انما لكل امرء ما نوىٰ) (2)

یعنی اعمال کا مدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر انسان کیلئے وہی کچھ ہوگا جو اُس نے نیت کی

(من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله) (3)

جو شخص صرف اس لئے لڑائی کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تب وہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہے۔

امام شاطبی نے اعمال کیلئے نیتوں کے اصل ہونے پر مزید کوئی دلائل بھی دیئے ہیں۔

---

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول ص246/2
(2) البینہ، 5:98
(3) الزمر، 2:39
(1) التوبہ، 54:9
(2) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، رقم 1ص3/1
(3) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالما جالسا، رقم 123، ص58/1

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# قصدمکلّف کی قصدشارع سے تعلق کی نوعیت

## i قصدمکلّف کی قصدِ شارع سے موافقت ضروری ہے

مکلّف سے شارع کا قصد یہ ہے کہ عمل میں مکلّف کا قصد شارع کے قصد سے موافقت رکھتا ہو۔ شریعت کا یہ تقاضا وضع شریعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیوں کہ وضع شریعت بندوں کے مصالح کیلئے ہے یعنی ہر وہ کام جس میں بندوں کی بھلائی ہے شریعت اُس کام کے کرنے کا حکم دیتی ہے اور جس کام میں بندوں کا نقصان ہے شریعت اُس کے کرنے سے روکتی ہے۔

جب شارع کا ایک ایک حکم جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کے اُصول کے پیشِ نظر ہے تو پھر شارع کا مقصود یقیناً یہی قرار پایا کہ میرے بندے کے اِرادے میرے اِرادوں کے موافق ہوں اور شارع کا اِرادہ یہی ہے کہ ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی محافظت برقرار رکھی جائے۔ مکلّف سے شریعت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ مکلّف اپنے قصد میں شارع سے موافقت پیدا کرے اور ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کی حفاظت کو یقینی بجائے۔

شریعت کا بندے سے تقاضا ہے کہ مصالح کے قیام کیلئے بندہ اللہ کا خلیفہ ثابت ہو، اور اس کا کم از کم درجہ یہ ہے بندہ اپنے نفس پر اللہ کی خلافت کو نافذ کرے پھر اپنے اہل وعیال پر پھر جس جس شخص سے مصلحت متعلق ہو اس پر اللہ کی خلافت کو قائم کرے۔ قرآن وسنت میں اِسی خلافت کے قیام کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن مقدس میں اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔

{ آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ }(1)

(1) الحدید، 7:57

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


یعنی اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس (مال) میں اُس نے تمہیں

خلیفہ بنایا ہے اُس میں سے خرچ کرو۔

مزید فرمایا

{اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً}(2)

یعنی بے شک میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

مزید فرمایا

{وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ}(3)

یعنی وہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے تا کہ دیکھے کہ تم کس طرح کے کام کرتے ہو۔

مزید فرمایا

{وَهُوَالَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَا اٰتَاكُمْ}(4)

یعنی وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفے بنایا اور تم میں سے بعض کے بعض پر درجات کی بلندی دی تا کہ جو کچھ اُس نے تمہیں دے رکھا ہے اُس میں تمہاری آزمائش کرے۔

حضور ﷺ نے خلافتِ عامہ اور خاصہ کی وضاحت اس طرح فرمائی۔

( الامیر راع ، والرجل راع علی اهل بیته والمرءة راعیة علی بیت زوجها وولده وكلكم راع وكلكم مسئول عن رعیته ) (5)

امیر نگران ہے اور ہر شخص اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے اولاد پر نگران ہے گویا تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور ہر کسی سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔

(2) البقرة، 30:2

(3) الاعراف، 129:7

(4) فاطر ، 39:35

(5) البخاری، الجامع الصحیح ،كتاب النكاح، باب لاتطیع المرأة زوجها فی معصیة، رقم 4909، ص1996/5

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ii مکلّف کا وہ عمل جو قصد شارع کے خلاف ہو باطل ہے

مکلّف کا غیر مشروع عمل کو اختیار کرنا یہ دراصل قصد شارع کے خلاف ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش موجود نہیں ہے، ایسا عمل باطل قرار دیا جاتا ہے، غیر مشروع فعل کے بطلان پر درج ذیل دلائل ہیں۔

### ﴿الف﴾ مصلحت کے خلاف ہونا

شارع نے اپنے بندوں کیلئے جس کام میں بہتری کو دیکھا اُسے اختیار کرنے اور جس کام میں برائی کو دیکھا اُسے چھوڑنے کا حکم دیدیا اِسے مصلحت کہا جاتا ہے اور اگر کسی مکلّف کا قصد، قصد شارع کے خلاف ہو تو اس مکلّف کا یہ عمل یقیناً مصلحت کے خلاف ہوگا۔اس لئے مکلّف کا قصدِ شارع کے خلاف کوئی بھی کام ہو وہ باطل ہے۔

### ﴿ب﴾ قصدِ شارع کو بے اعتبار بنانا

مکلّف کا جب کوئی کام قصدِ شارع کے خلاف ہو تو دراصل یہ مکلّف ایک غیر مشروع کام کو ایسی اہمیت دے رہا ہے جو کہ شارع نے اس کام کو نہیں دی تھی۔اور مشروع کام کو بجانہ لا کر اُس مشروع کام کی اہمیت کو ختم یا کم کر رہا ہے مکلّف کا یہ عمل قصدِ شارع کو بے اعتبار بناتا ہے جو کہ شرعاً نا جائز ہے۔

### ﴿ج﴾ مخالفتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کسی غیر مشروع عمل کو حصول مصلحت کیلئے اِختیار کرنا یہ شارع کی مخالفت ہے کیوں کہ شارع نے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کیلئے جسے اختیار کرنے کو نہیں کہا یہ مکلّف اُسی کا قصد کر رہا ہے جو کہ سراسر شارع کی مخالفت ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


{ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُوْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى }(1)

یعنی اور جو شخص ہدایت کی راہ واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں سے الگ کسی راہ کے پیچھے لگ جائے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر رہا ہے۔

## ﴿د﴾ اَحکامِ الٰہیہ کا مذاق

جب مکلّف کسی غیر مشروع عمل کو مقصود بنا کر پیش کرتا ہے تو یہ شخص احکامِ الٰہیہ کا اِستخفاف اور مذاق کر رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشروع اعمال کا ذکر کرنے کے بعد ان کے علاوہ کو اختیار کرنے پر انتباہ کرتے ہوئے فرمایا۔

{ وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا }(2)

یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو ہنسی مذاق مت بناؤ۔

جب منافقین نے اظہارِ اسلام سے اپنا قصد شارع کے قصد سے مختلف رکھا تو حکمِ باری تعالیٰ ہوا۔

{ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيَاتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ }(3)

یعنی کہہ دیجئے تم اللہ اور اُس کی آیات اور اُس کے رسول کا مذاق اُڑاتے ہو؟

(1) النساء، 115:4

(2) البقرہ، 231:2

(3) التوبہ، 65:9

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مُکلف کے قصد و فعل میں معمول بہ کے ساتھ تعلق کی صورتیں اور حکم

مُکلف جب کوئی کام سرانجام دیتا ہے تو اُس سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں۔

امر اول　قصد

امر دوم　فعل

حکم شرعی کے ساتھ قصد و فعل کے موافق و مخالف ہونے کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں۔

## i　قصد و فعل دونوں موافق

یہ کہ معمول بہ کے ساتھ قصد و فعل دونوں موافق ہوں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ کو سرانجام دیتے ہوئے یہ ارادہ بھی موجود ہو کہ امتثال حکم کیا جا رہا ہے۔ اِس عمل کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

## ii　قصد و فعل دونوں مخالف

یہ کہ معمول بہ کے ساتھ قصد و فعل دونوں مخالف ہوں جیسے محرمات کا ارتکاب (کسی چیز کو حرام کے اِرادہ سے ہی کیا جائے) اِس فعل کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے۔

## iii　فعل موافق اور قصد مخالف

یہ کہ معمول بہ کے ساتھ قصد مخالف ہو اور فعل موافق ہو مگر فعل کے موافق ہونے کو پہچانتا نہ ہو مثلاً ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر رہا ہے (یہ فعل تو موافق ہے) مگر اُس کا گمان یہ ہے کہ میں کسی دوسری اجنبی عورت سے یہ عمل کر رہا ہوں (یہ قصد مخالف ہے) مُخالفت کی وجہ سے نافرمانی کا قصد پایا گیا لہٰذا ایسا عمل عصیان ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


iv یہ کہ معمول بہ کے ساتھ قصد مخالف ہو اور فعل موافق ہو مگر فعل کے موافق ہونے کو پہنچانتا بھی ہو مثلا جلاب استعمال کرنے والا (یہ فعل تو موافق ہے کیوں کہ جلاب کا استعمال درست ہے) سمجھے کہ میں شراب پی رہا ہوں (یہ قصد مخالف ہے) یہ عمل عصیان ہے کیوں کہ آخری دو صورتوں میں موافقت بھی ہے اور مخالفت بھی اپنی ہی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے اس کا نطفہ محفوظ رہا یہ موافقت ہے مگر اُس عورت کو اجنبی سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ صنفی عمل قائم کر رہا ہے یہ مخالفتِ قصد ہے اسی طرح جلاب لینے والا شخص جو اسے شراب خیال کر رہا ہے اس کی عقل تو محفوظ رہی تاہم شراب کے خیال سے پینے والے شخص کی طرف سے مخالفت قصد پائی گئی۔

## v فعل مخالف اور قصد موافق

یہ کہ معمول بہ کے ساتھ قصد تو موافق ہو لیکن فعل مخالف ہو تو یہ دین میں نئی راہیں نکالتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔(1)

(1) الشاطبی ، الموافقات ،المجلد الاول ، ص258/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# مکلّف کے ذاتی مفاد اور دوسروں کے نقصان وعدمِ نقصان سے متعلق افعال کا حکم؟

شارع نے جس فعل کے کرنے کی اجازت دی ہے اُس فعل میں یقیناً مصلحت (جلبِ منفعت او دفعِ مضرت) موجود ہے، جب مکلّف ماذون فیہ مصلحت کی بجا آوری کرتا ہے عامل کو تو فائدہ ہوتا ہی ہے مگر ساتھ ساتھ دوسرے افراد پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں کبھی تو دوسروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عامل کو فائدہ پہنچنے کے ساتھ غیر عامل کو نقصان بھی ہوتا ہے عامل کو فائدہ پہنچنے کے ساتھ غیر عامل کو نقصان نہ ہونے یا نقصان ہونے کے اعتبار سے امام شاطبی نے آٹھ اُقسام اور ان کے اُحکام کو ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

i یہ کہ عامل کو فائدہ ملے اور دوسرے کو نقصان نہ ہو ایسے ماذون فیہ مصلحت بھرے عمل کے جواز میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے

ii یہ کہ عامل کو فائدہ ہو اور دوسرے کو نقصان پہنچتا ہو مگر عامل نے دوسرے کے نقصان کا اِرادہ نہیں کیا ہے تو عامل کا یہ عمل جائز ہوگا

iii یہ کہ جالبِ نفع یا دافعِ مضرت شخص اپنے عمل کے ساتھ دوسروں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی رکھتا ہو، اور اُس کا یہ اضرار (نقصان پہنچانا) عام ہو، مثلاً ایک سوداگر شہری حدود سے باہر نکل کر کسی غلہ لے کر آنے والے دیہاتی سے سودا اس لئے کرنا چاہتا کہ دیہاتی سے مال سستا لے کر شہر والوں کو مہنگے داموں بیچ سکے۔ سوداگر کا یہ عمل اِضرارِ عام رکھتا ہے لہذا اس سوداگر کو اس ارادہ سے روک دیا جائے گا۔

iv یہ کہ جالب نفع اور دافعِ مضرت شخص اپنے عمل کے ساتھ دوسروں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی رکھتا ہو، اور اُس کا یہ اِضرار عام نہ ہو بلکہ خاص ہو اور وہ اس طرح کہ عامل اپنی ذات پر آنے والے متوقع وممکنہ ظلم کو روکتا ہے تو اس عمل سے عامل کی ذات تو محفوظ ہو گئی مگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


دوسرے کو نقصان پہنچ گیا مثلاً ایک آدمی کہ جسے ایندھن یا پانی کی ضرورت ہے وہ آدمی جانتا ہے کہ جب میں ایندھن یا پانی سمیٹ لوں گا تو دوسروں کو اس کے نہ ہونے سے نقصان پہنچ جائے گا۔ جالبِ نفع اور دافعِ مضرت اس شخص کیلئے ایسا عمل جائز قرار پائے گا کیوں کہ شارع کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ مصلحت کا حصول ہو۔ضروریات کے سلسلہ میں مکلّف کو پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنا حق حاصل کرے اور اسے اپنا حق ساقط کرنے کا اختیار نہیں ہے کیوں کہ اس کا اپنا حق تو ثبوت کی بناء پر ہے اور دوسرے کا حق شک یا ظن کی بناء پر ہے۔ جس طرح دفع ضرر میں یہ امر واضح ہے اسی طرح جلبِ منفعت میں بھی اپنا حق استعمال نہ کرنے سے نقصان پہنچتا ہو تو جالب کیلئے اپنا حق استعمال کرنا ضروری ہے۔

v یہ کہ جالبِ نفع اور دافع نقصان شخص اپنے عمل سے اضرار خاص کا اِس طرح سے اِرادہ رکھتا ہو کہ عامل پر تو نقصان کا کوئی اندیشہ نہ ہو مگر عامل کے عمل سے فساد یقینی ہو مثلاً کوئی شخص اپنے گھر کے بڑے دروازے سے متصل پشت کی طرف میں ایک گہرا گڑھا کھود دیتا ہے۔اور وہ سمجھتا ہے کہ میرے اِس عمل کے ساتھ لازماً نقصان پہنچے گا اور اگر وہ یہ کام نہ کرے تو نقصان نہیں پہنچے گا اس طرح یہ دوسرے کو نقصان پہنچانے کے قصد کا مظنّہ ہے لہذا لازم آتا ہے کہ اِس عامل کو روک دیا گیا ہو اگر روکنے کے باوجود وہ یہ گھناؤنا فعل کرتا ہے تو نقصان کی صورت میں اس پر ضمان لازم آئے گی۔(1)

vi عامل اِضرار خاص کا اس طرح ارادہ رکھتا ہو کہ عامل پر تو نقصان کا کوئی اندیشہ نہ ہو مگر عامل کے عمل سے دوسروں میں فساد کبھی کبھی پیدا ہو۔اس قسم میں مصلحت کا غلبہ ہے کبھی کبھی فساد کا پیدا ہونا، مصلحت غالبہ کے حامل عمل میں دراڑیں پیدا نہیں کرتا۔مصلحت کے غلبہ کا اعتبار کیا جائے گا اور مغلوب فساد کو خاطر میں نہ لایا جائے گا۔اور عمل اپنی مشروعیت کی اصل پر باقی رہے گا۔

---

(1) الشاطبی ، الموافقات ،المجلد الاول ، ص264/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


vii عامل اِضرارِ خاص کا اس طرح ارادہ رکھتا ہو کہ عامل پر تو نقصان کا کوئی اندیشہ نہ ہو مگر عامل کے عمل سے دوسروں کے فساد میں مبتلا ہونے کا ظن ہو۔ اس عمل کے مباح اور ماذون فیہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے لیکن اس عمل میں ضرر و فساد کے ظنی طور پر لاحق ہونے کی وجہ سے اس عمل کی بجا آوری سے بوجوہ اِحتراز کیا جائے۔

﴿الف﴾ اعمال میں ظن، علم کے قائم مقام ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی یہ اعتبار کیا جائے۔

﴿ب﴾ ایسا عمل جو کسی مَفسدہ تک لے جا سکتا ہو شریعت نے اُس کی بجا آوری سے روک دیا ہے تا کہ اس کی بنیاد پر ظاہر ہونے والے ممکنہ مفاسد کا تدارک کیا جا سکے، جیسا کہ قرآن حکیم میں معبودانِ باطل کو گالی دینے سے روک دیا گیا ہے کہیں اس کے ردّ عمل میں کافر لوگ معبودِ حقیقی کو گالی نہ دیں۔

{ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ }(2)

یعنی

﴿ج﴾ مَفسدہ تک لے جانے کا اِحتمال رکھنے والے عمل سے دست کشی ضروری ہے تا کہ

"وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"(3)

یعنی گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون ہرگز نہ کرو، پر عمل ہو سکے۔

viii عامل کا عمل مَفسدَہ کثیر کی طرف لے جانے والا ہو۔ وہ عام نہ ہو اور نادر بھی نہ ہو اگرچہ عمل سے مفسدہ کا تخلف ہو سکتا ہے مگر پھر بھی ممکنہ مفسدہ کا اعتبار کرتے ہوئے عمل سے رکا جائے گا کہ جس طرح مَظَنّہ شی سے شئ کا تخلف درست ہونے کے باوجود اعتبار کیا جاتا ہے، حضور ﷺ نے قبروں پر مساجد بنانے سے منع کیا، کہیں دورانِ عبادت لوگ قبروں کی جانب متوجہ نہ ہو جائیں، بیوی کی پھوپھی یا خالہ کو جمع کرنے سے روک دیا گیا کہیں قطع رحم لازم نہ آئے(4)

(2) الانعام، 108:6

(3) المائدہ، 2:5

(4) الشاطبی، م-ن، المجلد الاول، ص 275,276/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# حفاظت مصالح کی ذمہ داری جس پر لازم ہے

i انسان اپنے مصالح کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ ہر شخص اپنے مصالح کے قیام کا ذمہ دار ہے کوئی دوسرا شخص اس کا مکلّف نہیں ہے اس امر پر درج ذیل دلائل ہیں۔

﴿الف﴾ مصلحتِ دنیوی میں جب ایک شخص مکلّف قرار پاتا ہے تو وہ مصلحت اس مکلّف پر متعین ہوگئی (یعنی عین ہوگئی) اور جب اس پر متعین ہوگئی تو اس تعین کے حکم سے دوسرے شخص سے تکلیف ساقط ہوگئی اور اصل کے لحاظ سے دوسرا شخص اس کا مکلّف نہ رہا

﴿ب﴾ اگر دوسرا شخص بھی پہلے کا نائب بن کر اُس مصلحت کا مکلّف ہوتا (جو کہ پہلے مکلّف پر متعین ہے) تو پھر وہ مصلحت پہلے شخص پر متعین نہ رہتی اور نہ ہی پہلے شخص سے وہ مصلحت مطلوب ہوتی کیوں کہ مقصود تو یہی تھا کہ فائدہ حاصل ہو اور نقصان دور ہو اور یہ فائدہ دوسرے مکلّف کے عمل سے حاصل ہوگیا ہے اس سے تو یہ لازم آیا کہ پہلا شخص مکلّف ہی نہ رہے جب کہ اس شخص کو پہلے مکلّف تسلیم کیا جاچکا ہے۔

تاہم اگر کسی شخص پر اپنے مصالح کا قیام ممکن نہ رہے تو اُن مصالح سے متعلق تکلیف ساقط ہو جائے گی اور دوسرے شخص پر واجب ہوگا کہ پہلے شخص کے مصالح کے قیام کا اہتمام کرے، اسی لئے تو زکوۃ، صدقہ، قرض، تعاون، مُردوں کا کفن دفن، بچوں اور دیوانوں کی کفالت کا شریعت نے پابند کر دیا ہے۔

غرض یہ کہ جو شخص اپنے مصالح کا مکلّف نہیں بنایا گیا اُس کے مصالح کی ذمہ داری دوسرے افراد پر ہے مثلاً عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے لہذا شریعت نے خاوند کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کے نان ونفقہ اور دیگر ضروریات کی فراہمی کا اہتمام کرے۔(1)

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص277/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/



جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔

{ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ }(2)

یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

## ii مصالحِ غیر کے مکلّف کی مصلحتوں کی حفاظت جملہ اہلِ اسلام پر لازم ہے

امام شاطبی کے مطابق

وہ شخص جو دوسرے افراد کے مصالح کے تحفظ کا پابند ہوتا ہے اُس کے اپنے ذاتی مصالح کے قیام پر قدرت کے حوالہ سے کل پانچ صورتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

﴿الف﴾ وہ شخص جو دوسروں کے مصالح کے تحفظ کا پابند بنایا گیا ہے، وہ مکلّف بغیر کسی مشقت کے اپنے مصالح کے قیام پر بھی قدرت رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ مکلّف ہی دوسروں کی مصلحتوں کو تحفظ دینے کا پابند ہوگا مثلاً ایک شخص اپنی بیوی کی کفالت کر رہا ہے اور اپنی بھلائیوں کا اہتمام بھی مشقت کے بغیر کر رہا ہے ایسی صورت میں بیوی کے مصالح کے تحفظ کا مطالبہ صرف خاوند سے ہی کیا جا سکتا ہے، کسی دوسرے شخص یا ادارہ سے نہیں۔

کیوں کہ غیر کی اور اپنی مصلحتوں کی تکمیل کی صلاحیت رکھنے کی وجہ سے شریعت نے اِسے مکلّف قرار دیا ہے لہذا ان مصالح کو کسی دوسری جہت سے طلب کرنا صحیح نہیں ہے۔(1)

﴿ب﴾ وہ شخص جو دوسروں کے مصالح کے تحفظ کا پابند بنایا گیا ہے وہ اپنے مصالح کے قیام پر قادر نہیں ہے یا اگر قادر تو ہے مگر مشقت شدیدہ کے ساتھ قدرت رکھتا ہے اور غیر سے متعلق مصالح خاصہ ہیں تو ایسی صورت میں دوسروں کے مصالحِ خاصہ کا اہتمام ساقط ہو جائے گا اور مکلّف کے

(2) النساء، 34:4

(1) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص278/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


اپنے ذاتی مصالح ہی مقدم ہوں گے کیوں کہ شرعاً اس کا اپنا حق دوسروں پر مقدم ہے۔

﴿ج﴾ اور اگر غیر سے متعلق مصالح عامہ ہیں (ایسی صورت میں دوسروں پر لازم ہے کہ اس مکلّف کے مصالح کا اہتمام کریں کیوں کہ یہ مکلّف دوسروں کے مصالح کی بجا آوری میں مصروف ہے اور اپنی ذات سے متعلق مصالح کو کشید نہیں کر سکتا) تو مکلّف سے اس کی اپنی اور دوسروں کی ذات سے متعلق مصالح کی بجا آوری کا مطالبہ درست قرار نہ پائے گا، یہ تکلیفِ مالا یطاق ہوگا کیوں کہ یہ مکلّف اپنے ذاتی مصالح کے قیام کا تو اہل ہی نہیں ہے۔

﴿د﴾ اور اگر غیر سے متعلق مَصالح عاملہ ہیں تو مکلّف سے صرف اپنی ذات سے متعلق مصالح کی بجا آوری کا مطالبہ یہ بھی درست قرار نہ پائے گا کیوں کہ مصالح عامہ، مصالحِ خاصہ پر مقدم ہوتے ہیں۔

﴿ھ﴾ اور اگر غیر سے متعلق مصالح عامہ ہیں اور مکلّف سے صرف دوسروں کے مصالح کے قیام کی بابت کہا جائے تو یہ مطالبہ درست ہوگا کیوں کہ مصالحِ عامہ کا قیام واجب ہے۔

## iii مکلّف کیلئے شرعی مصالح کے قصد و امتثال کا حکم

مکلّف جب کسی اَمرِ تکلیفی کو اختیار کرتا ہے تو اُس امرِ تکلیفی میں شرعی مصلحت کے قصد و ارادہ کے حوالہ سے تین صورتیں ممکن ہیں۔

﴿الف﴾ اُمورِ تکلیفیہ میں جو شارع کا مقصد سمجھا گیا ہے مکلّف عمل کرتے ہوئے اُس کا قصد کرے، ایسا قصد رکھنے میں مکلّف کیلئے کوئی ممانعت نہیں ہے تاہم اتنا ضروری ہے کہ مکلّف اپنے اس قصد کو قصدِ تعبُّد (اظہار بندگی) سے خالی نہ رکھے۔ کیوں کہ انسانوں کی مصلحتیں تعبد ہی سے حاصل ہوتی ہیں لہذا مصالح کے حصول کیلئے ضروری ہے مکلّف ہر طرح کے قصد کو قصدِ تعبد کے تابع رکھے۔

﴿ب﴾ اُمور تکلیفیہ کو سرانجام دیتے ہوئے مکلّف متعدد مصالح (خواہ اُن پر مطلع ہوا ہے یا نہیں) کی بابت یہ قصد رکھے کہ شاید شارع نے اس کا قصد کیا ہو شاید کہ اس کا قصد کیا ہو، مکلّف کا یہ قصد پہلی حالت کے قصد سے زیادہ کامل ہے، ہاں اس صورت میں اگر تعبد سے نظر ہٹ جائے تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


پھر اس قصد کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور اس حالت اور پہلی حالت کا حکم ایک ہی قرار پا جاتا ہے۔ جب تعبد کا قصد غائب ہوتا ہے تو پھر شیطان مکلّف کو بہکاتا ہے اور اُس عمل میں مخلوق کے ہاں تقریب وجاہت یا کسی دنیوی چیز کے حصول کی خواہش پیدا کر دیتا ہے۔ اس طرح مکلّف کے اس عمل کا اجر اُس کمال تک نہیں پہنچ پاتا کہ جس کمال تک تعبد کا قصد رکھنے والے کا عمل پہنچ جاتا ہے۔

﴿ج﴾ مکلّف عمل کرتے ہوئے صرف یہ احساس رکھے کہ یہ حکم میرے رب نے دیا ہے اور میں بندہ ہونے کے ناطہ سے اُس کا امتثال کر رہا ہوں، ایسا قاصد کامل ترین بھی ہے اور بہت زیادہ سلامتی والا بھی۔ کیوں کہ جب ایسا شخص عمل کرتا ہے تو عامل اُس کی مصلحت کو بہتر جاننے والی ذات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے، اس ادا کو اختیار کرنے سے گویا یہ عامل حکم کا ایسا پابند ٹھہرتا ہے، کہ مصالح کے حصول سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے، اسکے پیشِ نظر تو صرف شارع کے امر کا امتثال ہوتا ہے نتیجہ خواہ کیسا بھی ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


# حقوق اللہ کے اسقاط وتغیر میں مکلّف کی حیثیت

## i اسقاط حقوق اللہ کی شرعی حیثیت

اللہ تعالیٰ کے حقوق میں مکلّف کو کوئی اختیار نہیں ہے، البتہ بندے کو اپنے حق میں اختیار ہے مکلّف حق اللہ کو ساقط نہیں کرسکتا اس کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں۔

﴿الف﴾ کوئی شخص نماز کیلئے طہارت کو ساقط کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔

﴿ب﴾ کسی حلال جانور کو ذبح کئے بغیر (ذبح اختیاری ہو یا اضطراری) کھانے کا حکم نہیں لگا سکتا۔

﴿ج﴾ سود اور فاسد بیوع کو شارع کے حکم کے خلاف جائز قرار نہیں دے سکتا۔

﴿د﴾ حدود اللہ کو ساقط کرنا چاہے تو ساقط نہیں کرسکتا، یا اس طرح کی دوسری مثالیں یہاں یہ امر بھی واضح رہے کہ بعض چیزوں پر بندہ اپنا حق تصور کرتا ہے اور اُس میں تصرف کی بابت خود کو بااختیار سوچتا ہے حالانکہ بندہ اس میں بااختیار نہیں ہوتا اور اللہ کے فیصلے کا ہی پابند ہوتا ہے جیسے جسم اور عقل پر تصرف کوئی بھی شخص اپنے بدن پر اپنے حق کی وجہ سے تلف نہیں کرسکتا ہے۔اسی طرح عقل کو اپنی ہی چیز سمجھتے ہوئے نشہ وغیرہ سے اُس میں خلل پیدا نہیں کرسکتا کیوں کہ بدن اور عقل بظاہر تو انسان کے تصرف میں ہیں مگر پھر بھی ان کی حفاظت میں اللہ رب العزت کا حکم موجود ہے۔ جہاں کہیں یہ کہا جاتا ہے کہ بندے کو اس میں اختیار ہے وہاں بندے کو ملا ہوا، اختیار اصل میں اللہ کی طرف سے ہی ہوتا ہے ورنہ مکلّف کو ذاتی اختیار نہیں ہوتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## ii تغیر حقوق اللہ (حیلوں کے ذریعے) کی شرعی حیثیت

﴿الف﴾ اگر کوئی مکلّف کسی وجوب کو اپنے آپ سے ساقط کرنے یا کسی حرام چیز کو مباح بنانے کا ایسا سبب اختیار کرے کہ جس سے واجب چیز بظاہر غیر واجب ہو جائے یا اسی طرح حرام چیز بظاہر حلال بن جائے تو اس طرح کے سبب اختیار کرنے کا نام حیلہ ہے۔

حیلوں کی تین قسمیں ہیں،

1۔ ناجائز حیلے

2۔ جائز حیلے

3۔ مشکوک حیلے

### 1۔ ناجائز حیلے

ناجائز حیلے وہ ہیں جو کسی شرعی اصل کو گراتے ہیں، اور شرعی مصلحت کے خلاف ہوتے ہیں، جیسے ایک شخص پر نماز کی چار رکعات ادا کرنا لازم ہیں، وہ قصر ادا کرنا چاہتا ہے تو سفر کا حیلہ اختیار کر لے یا ساقط کرنے کے اِرادہ سے خواب آور دوائی کھا کر یا شراب پی کر عقل کی غیر حاضری میں نماز کا وقت گزار دے، اسی طرح رمضان المبارک کے مہینہ میں سفر پر روانہ ہو جائے تا کہ دن کے وقت میں کھا پی سکے، یا حج کی ادائیگی کیلئے اُس کے پاس مال ہے وہ حج پر جانا نہیں چاہتا تو مال کو ہبہ کر دے، یہ راستے شرعی طور پر ثابت احکام کو دوسرے احکام کی طرف پھیرنے کیلئے حیلہ سازی ہے جس سے فعل بظاہر تو درست ہوتا ہے مگر باطن میں لغو ہوتا ہے، قرآن مقدس میں ایسے متعدد دلائل موجود ہیں جن میں حیلہ سازی کو منافقوں کا عمل بنایا گیا ہے۔

اپنے اموال اور جانوں کو بچانے کی غرض سے بعض کفار و مشرکین نے اسلام کے اِظہار کو بطورِ حیلہ اپنایا جسے اللہ نے اِن کلمات سے واضح کر دیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


{ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ }(1)

یعنی اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔

{ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ }(2)

یعنی جو شخص لوگوں کے دکھلاوے کیلئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا اس کی مثال ایسے پتھر کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کرنے سے بنی اسرائیل کو منع کیا ہوا تھا مگر انہوں نے ایک ایسا حیلہ اختیار کیا کہ بظاہر ہفتہ کو شکار سے رُکے بھی رہتے اور بباطن شکار کرتے بھی رہتے اور وہ اس طرح کہ انہوں نے حوض بنا رکھے تھے، جب پانی زیادہ ہوتا تو مچھلیاں حوض میں اتر آتیں اور پھر پانی کی کمی کے باعث واپس نہ جا سکتیں اس طرح یہ لوگ ہفتہ کو کثرت سے آنے والی مچھلیوں کو اتوار کے روز پکڑ لیتے، اللہ تعالیٰ نے ان حیلہ سازوں کی مذمت فرمائی۔

{ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ }(3)

یعنی تم اپنے میں سے اُن لوگوں کو یقیناً جانتے ہو جنہوں نے ہفتہ کے دن کے حکم میں زیادتی کی تھی تو ہم نے اُن سے کہا تم خسارہ پانے والے بندر بن جاؤ۔

علامہ شاطبی نے متعدد احادیث کو بھی پیش کیا ہے جن میں حیلہ سازوں کی سرکوبی کی گئی ہے۔(4)

---

(1) البقرہ، 8:2

(2) البقرہ، 264:2

(3) البقرہ، 65:2

(4) الشاطبی، الموافقات، المجلد الاول، ص290/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


## 2۔ جائز حیلے

کچھ ایسے حیلے بھی ہوسکتے ہیں جو نہ تو کسی شرعی اصل کو گراتے ہیں اور نہ ہی شرعی مصلحت کے خلاف ہوتے ہیں، تو ایسے حیلے نہ تو نہی میں داخل ہیں اور نہ ہی وہ باطل ہوتے ہیں (5)

جیسے ایک شخص اپنی جان بچانے کی خاطر مجبوری کی حالت میں کلمہ کفر بولتا ہے مگر کلمہء کفر کے اقتضاء کا معتقد نہیں ہے۔

## 3۔ مشکوک حیلے

کچھ حیلے ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر حکم لگانے میں پیچیدگی ہوجاتی ہے کہ انہیں ناجائز قرار دیا جائے یا جائز۔ جب فکر حکم لگانے میں مضطرب ہوجائے تو ایسے حیلے مشکوک قرار پاتے ہیں یہ قسم حکم کے اعتبار سے متنازعہ فیہ ہے، ان حیلوں کا ایک پہلو واضح کرتا ہے کہ یہ شرعی مصلحت کے خلاف نہیں ہے۔ لہذا یہ حیلہ اختیار کرنا جائز ہے جبکہ دوسرا پہلو اِظہار کرتا ہے کہ یہ شرعی مصلحت کے خلاف ہے، لہذا یہ حیلہ اختیار کرنا ناجائز ہے۔ علامہ شاطبی نے اس قسم کی تفہیم کیلئے متعدد مثالوں کو ذکر کیا ہے اُن میں سے پہلی مثال ''نکاحِ مُحلِل'' ہے جسے طلاق دینے والے پہلے خاوند کیلئے عورت کے ساتھ رجوع کیلئے حیلہ بنایا گیا ہے۔

مطلقہ بہ طلاقِ ثلثہ کیلئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

{ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ } (1)

یعنی اگر خاوند بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ مطلقہ اُس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے

(5) الشاطبی، م۔ن، المجلد الاول، ص 293/2

(1) البقرہ، 230:2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/


جب مطلقہ ثلاثہ نے کسی محلل سے نکاح کر لیا تو اس محلل سے فراغت پانے اور عدت گذارنے کے بعد پہلے کیلئے حلال قرار پا جائے گی اور حدیث عُسیلہ کے پیش نظر محلل کیلئے مجامعتِ حقیقی کرنا نکاحِ ثانی کا مَقصود ہے۔ایک فریق اِس حیلہ نکاحِ محلل کو مصالح کے پائے جانے کی وجہ سے جائز قرار دیتا ہے۔جبکہ فریقِ ثانی نکاح محلل کو مقاصدِ نکاح کے خلاف قرار دے کرنا جائز کہتا ہے۔آخر میں امام شاطبی لکھتے ہیں،جو اسے ممنوع قرار دیتے ہیں تو ان کی دلیل واضح تر ہے لہذا اہم تفصیلات میں نہیں جائیں گے،اور اس مسئلہ میں اقرب بیان وہ ہے جِسے عبدالوہاب نے ''الرسالہ'' کی شرح میں ذکر کیا ہے۔(2)

(2) الشاطبی ، الموافقات ،المجلد الاول ، ص294/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari